ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال
اپریل ۲۰۱۷ء

اشاعت کا ۶۵ واں سال

یادگار: شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ
ہمدرد نونہال

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

شمارہ ۴ | جلد ۶۵

اپریل ۲۰۱۷ عیسوی

رجب المرجب ۱۴۳۸ ہجری

ٹیلے فون — 36620945 – 36620949
36616001 – 36616004
ایکسٹینشن — (052 یا 066)
ٹیلی فیکس نمبر — (92-021) 36611755
ای میل — hfp@hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdardlabswaqf.org
ویب سائٹ ادارہ سعید — www.hakimsaid.info
فیس بک پیج — www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال ہمدرد ڈاک خانہ ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

قیمت عام شمارہ
۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)
۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰ امریکی ڈالر

”ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف
بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔“

قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارہ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

اچھی زندگی

مسعود احمد برکاتی

پُرسکون اور خوش گوار زندگی گزارنے کا کیا طریقہ ہے۔ خوب صورت اصلاحی تحریر

جاگو جگاؤ ۴ شہید حکیم محمد سعید

پہلی بات ۵ سلیم فرخی

روشن خیالات ۶ ننھے گلچیں

دعا (نظم) ۷ قیصر حسنین

ڈاکٹر علامہ اقبال (نظم) ۱۲ ضیاء الحسن ضیا

استاد کا جواب ۱۳ آفتاب احمد خانزادہ

کچھوے کا غصہ ۱۵ سیدہ ملائکہ سرور

ایسا کریں (نظم) ۳۰ کرشن پرویز

شاعرِ مشرق ۳۱ نسرین شاہین

۲۱ چٹائی والا بادشاہ

محمد ذوالقرنین خان

چٹائی بننے والے کو ایک جن نے بادشاہ تو بنا دیا، لیکن وہ مصیبت میں پھنس گیا

۳۸ پندرھواں دروازہ

ڈاکٹر عمران مشتاق

بادشاہ کے محل کا ایک راستہ گم ہو گیا تھا۔ اسے کس طرح تلاش کیا گیا۔ حیرت انگیز کہانی

علم دریچے ۴۴ نکتہ داں نونہال

بیت بازی ۵۶ خوش ذوق نونہال

پھولوں کا موسم (نظم) ۶۱ رفیع یوسفی محرم

انجان محسن ۶۲ سیدہ فاطمہ تحریم

باوفا ۶۹ حافظ وقار عثمان

ہنسی گھر ۷۹ ننھے مزاح نگار

معلوماتِ افزا-۲۵۶ ۸۲ سلیم فرخی

معلومات ہی معلومات ۸۵ غلام حسین میمن

۵۷
گہرا رشتہ
جدون ادیب
بچپن میں اغوا ہونے والا نواب زادہ
جس کا تو اسے ایک انوکھا مرض لاحق تھا

ہمدرد نونہال اسمبلی ۸۸ حیات محمد بھٹی / سید علی بخاری

نونہال خبرنامہ ۹۳ سلیم فرخی

آیئے مصوری سیکھیں ۹۴ غزالہ امام

نونہال مصور ۹۵ ننھے فن کار

نونہال ادیب ۹۹ لکھنے والے نونہال

۹۶
وہ کون تھے؟
جاوید اقبال
ایک نہایت عجیب و غریب
سنسنی خیز ڈراؤنی کہانی

آدھی ملاقات ۱۰۹ نونہال پڑھنے والے

جواباتِ معلوماتِ افزا-۲۵۴ ۱۱۴ ادارہ

انعاماتِ بلاعنوان کہانی ۱۱۷ ادارہ

نونہال لغت ۱۲۰ ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

لالچ نے انسان کو پریشان کر رکھا ہے۔ ہر آدمی اس فکر میں مبتلا ہے کہ اس کو دولت مل جائے۔ اس کو ہر سہولت میسر ہو، ہر آرام مہیا ہو۔ اس فکر میں وہ اس قدر پریشان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں اس کو میسر ہیں، ان سے بھی وہ لطف اندوز نہیں ہوتا۔ بعض وقت تو ایسا لگتا ہے کہ قناعت دنیا سے اُٹھ گئی ہے۔

قناعت بجائے خود ایک نعمت ہے، کیوں کہ قانع (قناعت کرنے والا) کی زندگی بڑے سکون سے گزرتی ہے۔ اس کو جو کچھ میسر ہے، وہ اسی میں خوش رہتا ہے اور آرام سے زندگی گزارتا ہے۔ لالچ سے بچنے، تھوڑے پر راضی ہونے اور زیادہ نہ چاہنے کو قناعت کہتے ہیں۔ جو آدمی قناعت کو اپنا طریقہ بنالیتا ہے، حرص سے بچنے کی عادت ڈال لیتا ہے، وہ دولت مند ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ جس کے پاس جتنی دولت ہے، وہ اتنا ہی پریشان ہے۔ وہ دولت کس کام کی، جو آدمی کو پریشان کرے، جو سکون چھین لے۔

قناعت ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھی، اس لیے وہ بڑے اطمینان سے رہتے تھے۔ سادگی سے زندگی گزارتے تھے۔ لالچ کر کے اپنا سکون غارت نہیں کرتے تھے۔ ان کا کردار بلند اور اخلاق اعلا تھا۔ وہ دوسروں کو دیکھ کر اپنا طریقہ نہیں بدلتے تھے، بلکہ دوسرے ان کی پیروی کرتے تھے۔ ہم بھی اگر سادہ زندگی اور قناعت کو اپنا لیں تو ہماری اکثر پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ (ہمدرد نونہال اگست ۱۹۸۸ء سے لیا گیا)

پہلی بات

سلیم فرخی

اپریل ۲۰۱۷ء کا شمارہ حاضر ہے۔ اپریل کی ۲۱ تاریخ ہمیں مسلمانانِ برصغیر کے عظیم مفکر، فلسفی اور شاعر حضرت علامہ اقبال کی یاد دلاتی ہے۔ یہ ان کا یومِ وفات ہے۔ یہ بیسویں صدی کے عظیم شاعر ہیں۔ ہمیں ان کی زندگی کا مطالعہ کرنا اور پھر اس کے مطابق اپنا کردار سنوارنا چاہیے۔ حکیم الامت علامہ اقبال مسلمانوں کی پستی پر آنسو بہاتے اور ان کی اصلاح کرتے رہے۔ قائداعظم محمد علی جناح قوم کی خاطر دشمنوں کے سامنے آہنی دیوار بن گئے۔ شہید ملت لیاقت علی خاں ملک وملت کی خاطر قربان ہو گئے۔ فخرِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے پاکستانیوں اور دوسرے مسلمانوں کے سر فخر سے بلند کر دیے۔ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید آخری دم تک بچوں کی تربیت اور مریضوں کی خدمت کرتے رہے۔ فخرِ انسانیت عبدالستار ایدھی نے دکھی انسانوں کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ محترم ڈاکٹر ادیب رضوی کو اللہ لمبی عمر دے، جو لاچار اور غریب انسانوں کی بھلائی کے لیے خلوص اور جذبے سے دن رات کوششیں کر رہے ہیں۔ یہی ہمارے اصل ہیرو ہیں۔ ملک اور قوم کی خدمت کرنے کا ان ہی جیسا جذبہ ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

کبیر والا کے ایک نونہال محمد ارسلان رضا کی اُلجھن یہ ہے کہ ''زھراوی'' درست ہے یا ''زہراوی'' اور یہ کس زبان کا لفظ ہے؟ اس کی وضاحت ذرا طویل تھی، اس لیے آدھی ملاقات کے بجائے پہلی بات میں تفصیل سے بتایا جا رہا ہے۔ صحیح لفظ ''زہراوی'' ہے۔ قرطبہ کے اموی حکمراں عبدالرحمن الناصر نے ایک بہت بڑا محل تعمیر کیا تھا، جو سات فرلانگ لمبا اور چار فرلانگ چوڑا تھا۔ محل میں قیمتی پتھر، دھاتیں، زر و جواہر لگے ہوئے تھے۔ امرا اور ملازمین کے لیے مکانات بنے ہوئے تھے۔ بازار اور حمام وغیرہ الگ تھے۔ ''زہرا'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے، چمک دار، چمکیلا۔ دراصل محل کے سامنے ایک بہت بڑا حوض بنوایا گیا تھا، جس میں پانی کی جگہ پارا بھرا ہوا تھا۔ جب سورج کی کرنیں اس پر پڑتی تھیں تو پارا ہلانے سے ایسا لگتا تھا، جیسے محل کے اردگرد بجلیاں کوندرہی ہوں۔ اسی لیے محل کا نام ''الزہرا'' رکھا گیا۔ اتفاق سے ملکہ کا نام بھی زہرا ہی تھا۔ جب یہ علاقہ شہر کی صورت اختیار کر گیا تو مدینۃ الزہرا کہلایا اور یہاں کے رہنے والے الزہراوی کہلائے۔ عظیم مسلمان جراح (سرجن) ابوالقاسم ابن عباس الزہراوی یہیں کے رہنے والے تھے۔ الزہراوی جراحت (سرجری) کے بانی تھے۔ انھوں نے بہت سے آلاتِ جراحی ایجاد کیے۔ ان کی ایک کتاب ''التصریف'' میں آنکھ، ناک، کان اور دانتوں کی سرجری کے بارے میں تفصیل ہے اور آلاتِ جراحی کی تصاویر بھی ہیں۔ انھوں نے زخموں کو سینے اور خون بند کرنے کے طریقے بھی بتائے ہیں۔ غیر مسلموں نے ایسے ہی عظیم مسلمان سائنس دانوں، طبیبوں، فلکیات دانوں، حساب دانوں، کیمیا گروں، ماہرین نباتات، حیوانیات، ارضیات اور جغرافیہ دانوں وغیرہ کی کتابوں سے حاصل کیے ہوئے علم کی بنیاد پر ترقی کی عمارت کھڑی کی۔ افسوس کہ یہ تمام باتیں عام طور پر ہمارے طالب علموں کو نہیں بتائی جاتیں۔

جون ۲۰۱۷ء کا شمارہ ان شاء اللہ خاص نمبر ہوگا۔ اس کی تیاری تیزی سے شروع کر دی گئی ہے۔ کوشش ہے کہ یہ نمبر سب نونہالوں کی پسند کے مطابق ہو۔

اکثر نونہال اپنے انعامی کوپن پر مکمل پتا نہیں لکھتے، اس لیے انعام میں ان کا نام نکلنے کے باوجود وہ انعام سے محروم رہتے ہیں اور ہمیں قرعہ اندازی دوبارہ کرنی پڑتی ہے۔ اب آیندہ مہینے تک کے لیے اجازت۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے افضل نیکی خلقِ خدا کو آرام پہنچانا ہے۔ مرسلہ : عروج ناصر، ناظم آباد۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ

دوست اگر بُرا بھی ہو تو اُسے مت چھوڑو۔ پانی اگر گندا بھی ہو تو آگ بجھانے کے کام ضرور آتا ہے۔
مرسلہ : حافظ محمد قاسم خان، شکر گڑھ

جلال الدین رومیؒ

بلند آواز کے بجائے اپنے دلائل پر زور دیجیے، کیوں کہ پھول بادل کے گرجنے سے نہیں پانی برسنے سے اُگتے ہیں۔ مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

حضرت جنید بغدادیؒ

گزرا وقت کبھی واپس نہیں آتا، اس لیے وقت سے زیادہ قیمتی کوئی شے نہیں۔
مرسلہ : شازیہ ہاشم میواتی، جگہ نامعلوم

خلیل جبران

نئی بنیاد وہی لوگ بھر سکتے ہیں جو اس راز سے واقف ہوں کہ پرانی بنیاد کیوں بیٹھ گئی تھی۔
مرسلہ: مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل

مولانا ابوالکلام آزاد

کام یابی عمل کا نتیجہ ہے اور عمل کے لیے پہلی چیز اُمید ہے۔ مرسلہ : ایان علی، نارتھ کراچی

بابائے اردو مولوی عبدالحق

لفظ ایک جادو ہے، جو غلط استعمال سے بے اثر ہو جاتا ہے۔ مرسلہ : آصف بوزدار، میر پور ماتھیلو

بطلیموس

گفتگو ختم کرنے کا وہی وقت ہوتا ہے جب دوسرا ہر بات کے جواب میں صرف اپنا سر ہلانا شروع کر دے۔ مرسلہ : محمد ارسلان صدیقی، کراچی

ہربرٹ اسپنسر

تجربہ انسان کا بہترین استاد ہے اور زندگی کی ٹھوکریں اس کا ذریعہ تعلیم۔

مرسلہ : محمد الیاس کے سی صاحب

برٹرینڈ رسل

غلطی مان لینے سے انسان کی ذہنی پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔ مرسلہ: عائشہ جنجوعہ عاشی، پنڈ دادن خان

دعا

قیصر حسنین

ہر اک خوبی سبھی تعریف بس اللہ کا حق ہے
بڑائی بس اُسی آقائے عالی جاہ کو حق ہے

وہ مالک دو جہانوں کا جو برتر اور بالا ہے
بہت ہی مہرباں ہے وہ نہایت رحم والا ہے

وہی انصاف کے دن کا اکیلا حکمراں ہوگا
کسی کا مشورہ ہوگا نہ کوئی درمیاں ہوگا

خداوند ترے آگے ہم اپنا سر جھکاتے ہیں
عبادت کرتے ہیں تیری تجھی سے لو لگاتے ہیں

دکھا دے ہم کو سیدھی راہ اور اس راہ پر لے چل
نوازا جن کو ہے تُو نے انھیں کی راہ پر لے چل

نہ ان کی راہ پر لے جا، ہوا ناراض تُو جن پر
بھٹک کر رہ گئے رستے میں اور پھٹکار ہے جن پر

اچھی زندگی

مسعود احمد برکاتی

اچھی زندگی کسے کہتے ہیں، یعنی کسی کی زندگی میں کیا خوبی یا خوبیاں ہوں کہ ہم اس کو اچھی زندگی کہہ سکیں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ اچھی زندگی خود فرد کے لیے بھی اچھی ہو، اس کے خاندان اور قوم کے لیے بھی اچھی ہو۔

جو انسان خوش رہے، سکون سے رہے، دل چسپی سے کام کرے، محنت سے نہیں گھبرائے، دوسروں سے مل جل کر رہے، ان کے کام آئے، وہ اچھا انسان ہے۔ اس کی زندگی کو ہم اچھی زندگی کہہ سکتے ہیں۔ اچھی زندگی کچھ اُصولوں اور قاعدوں کے تحت گزاری جاتی ہے۔ یہ اُصول ہمارے ماں باپ، ہمارے اُستاد، ہمارے بزرگ ہمیں بتاتے ہیں۔ وہ خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں، اس لیے ان کو دیکھ کر ہم بھی سیکھتے ہیں۔ ہمارے بزرگ ہمیں دین کی باتیں بھی بتاتے ہیں۔ ہمارا دین اسلام ہے۔ اسلام ہمیں اچھی زندگی کے اُصول بتاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا ہمارے لیے پیدا کی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اس دنیا میں سکون اور راحت کے ساتھ رہے اور اللہ کی عبادت کرے۔ اسلام میں عبادت کے معنی بہت وسیع ہیں۔ دوسرے مذہبوں میں خاص وقت میں، کسی خاص جگہ کچھ خاص رسمیں ادا کرنے کا نام عبادت تھا اور ہے، لیکن اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ مسلمان کی پوری زندگی عبادت ہو سکتی ہے اور ہونی چاہیے۔ ہر وہ کام جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہو، عبادت ہے۔ علم حاصل کرنا عبادت ہے۔ ہمارے پیارے آقا، دو عالم کے سرکار، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"طالب علم کے راستے میں فرشتے اپنے پَر بچھاتے ہیں۔" (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو عبادت سے بھی افضل قرار دیا ہے۔ آپؐ کا ایک ارشاد ہے:

"علم حاصل کرو، اس لیے کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے، وہ اللہ کے راستے میں نیکی کرتا ہے۔ جو شخص علم کا تذکرہ کرتا ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ جو شخص علم کی تلاش کرتا ہے، وہ اللہ کی محبت کا دم بھرتا ہے، وہ صدقہ دیتا ہے۔" (مسلم و ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے:

"عالموں کی باتیں سننا اور حکمت کے اسباق کو دوستوں کے ذہن نشین کرانا عبادت سے بڑھ کر ہے۔" (مسلم)

اور یہ بھی حضورؐ کا ارشاد ہے:

"طالب علم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے بھی زیادہ پاک ہوتی ہے۔" (مسلم)

اسلام نے انسان کو عبادت کا صحیح مفہوم بتایا کہ عبادت مسجد ہی میں نہیں ہوتی، عبادت دکان میں بھی ہو سکتی ہے، عبادت اسکول، کالج اور یونی ورسٹی میں بھی ہو سکتی ہے۔ عبادت دفتر اور کارخانے میں بھی ہو سکتی ہے۔ صرف شرط یہ ہے کہ انسان سیدھے راستے پر چلے، اپنا فرض ادا کرے۔ دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ بد دیانتی نہ کرے۔ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ چوری اور کام چوری نہ کرے۔ دوسرے انسانوں سے نفرت نہ کرے۔ کسی کے ساتھ ظلم نہ کرے، ناانصافی نہ کرے۔ کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی مزاج پرسی کرے۔ کوئی ضرورت مند ہو تو اس کی مدد کرے۔ کسی کو ضرورت پڑ جائے اور وہ

قرض مانگے تو اس کو قرض دے۔ کسی سے قرض لیا ہو تو وعدے کے مطابق وقت پر قرض ادا کرے۔ کوئی مشورہ مانگے تو اس کو صحیح مشورہ دے۔ بغیر سوچے سمجھے یا اس معاملے سے پوری طرح واقف ہوئے بغیر کوئی مشورہ نہ دے۔ جہاں تک ہو سکے، اچھا مشورہ دے۔ بُرائی میں ساتھ نہ دے، بلکہ اسے بُرائی سے روکنے کی کوشش کرے اور اچھے کاموں کی ترغیب دے۔ خود بُرائی نہ کرے۔ اگر بُرائی کو روکنے کی طاقت یا ہمت نہ رکھتا ہو تو کم سے کم زبان سے بُرا کہے۔ بُرائی ہوتے دیکھ کر، غلط کاموں کو دیکھ کر یہ کہہ کر نہ ٹال دے کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس طرح بُرے اور غلط کام کرنے والوں کی ہمت بڑھتی ہے۔

یہ سب باتیں ظاہر میں مشکل نظر آتی ہیں اور ان پر عمل کرنا بہت زیادہ مشکل معلوم ہوتا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ سب باتیں وہ ہیں کہ ہم ایک بار سوچ لیں اور پختہ ارادہ کر لیں تو ان پر عمل کرنے سے زندگی میں آسانی پیدا ہوگی اور اس کے بعد ہمیں بہت سکون ملے گا اور بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عمل کر کے دنیا کو دکھا دیا اور دنیا میں امن قائم کر کے اسے جنت کا نمونہ بنا دیا۔ آج ہم ان پر عمل نہیں کر رہے ہیں تو تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں، پریشان ہیں۔ دوسری قومیں ہمارے بہت سے اچھے اُصولوں پر عمل کر رہی ہیں اور اچھی زندگی گزار رہی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ قومیں ہماری دوست نہیں ہیں، ہم سے خوش نہیں ہیں، لیکن وہ اپنے ملک میں قاعدے قانون پر عمل کرتی ہیں اور غلط کاموں کی اجازت نہیں دیتیں۔

علامہ اقبال نے کہا تھا کہ غیروں نے مسلمانوں کے قاعدے قانون اپنا لیے اور ان سے فائدے اُٹھا رہے ہیں، لیکن مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں۔

علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھیے :

کافروں کی مسلم آئینی کا نظارہ بھی کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

کوئی انسان سب سے الگ رہ کر زندگی نہیں گزار سکتا۔ تمام انسان ایک دوسرے کے محتاج ہیں، اسی لیے انسان کو معاشرتی حیوان کہا گیا ہے۔ ہر انسان دوسرے انسانوں کا کسی نہ کسی حد تک اثر قبول کرتا ہے۔ اسی کو ماحول کا اثر کہتے ہیں، لیکن اچھے اور عقل مند انسان ماحول پر خود بھی اثر ڈالتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ لوگ جو غلط کام کر رہے ہیں، وہ نہ کریں۔ ایسے انسان اچھے کام کر کے اچھی مثال قائم کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ دوسرے بھی اچھے کام کریں۔

اچھے انسان دولت سے زیادہ محبت نہیں کرتے۔ رپے پیسے سے انسان کے بہت سے کام نکلتے ہیں، لیکن اچھے لوگ پیسے کا لالچ نہیں کرتے اور اس کے لیے غلط کام نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ زندگی کی مثال ایک کشتی کی ہے اور رپیہ پیسہ یا دولت کی مثال پانی کی ہے۔ کشتی اسی وقت تک خوبی سے تیرتی رہتی ہے، جب تک پانی کشتی کے نیچے رہے، اگر پانی کشتی کے اوپر آ گیا تو کشتی ڈوب جائے گی۔ اس طرح دولت کو زیادہ اونچی جگہ نہیں دینی چاہیے۔ دولت کو بس اسی حد تک رکھنا چاہیے کہ زندگی اچھی طرح سکون آرام سے، عزت سے بسر ہو، اس لیے سادگی اختیار کرنی چاہیے، نمایش اور شیخی سے بچنا چاہیے۔

سادگی، کفایت، محنت اور محبت سے وقت سکون سے گزرتا ہے اور انسان شرافت اور عزت کے ساتھ پاکیزہ اور کام یاب زندگی گزار سکتا ہے۔ ☆

ڈاکٹر علامہ اقبال

ضیاء الحسن ضیا

پیارا اقبال اک مفکر تھا
قومی شاعر تھا اور مُدبّر تھا

جرأتوں کے دیے سجاتا تھا
اِس طرح حوصلہ بڑھاتا تھا

خواب اس نے وطن کا دیکھا تھا
قوم کا درد دل میں رکھتا تھا

دین سے خاص اُس کو رغبت تھی
اُس کو ہر ایک سے محبت تھی

اُس نے دنیا میں ارجمند کیا
اپنی ملت کا سر بلند کیا

شاعری بے مثال ہے اس کی
فکر بھی لازوال ہے اُس کی

اُس کی بچوں کی نظمیں ہیں اعلا
اُن کا رُتبہ ادب میں ہے بالا

نام زندہ رہے گا اس کا سدا
اے ضیاؔ اس نے ایسا کام کیا

استاد کا جواب

آفتاب احمد خانزادہ

عباسی خلیفہ ہارون الرشید ایک بہت عظیم الشان سلطنت کے حکمران تھے۔ جب وہ خلیفہ بنے تو انھوں نے خزانے کے منھ کھول دیے اور اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کو قیمتی تحائف سے نوازا۔ انھیں اُمید تھی کہ ان کے سابق استاد سفیان بھی ان کے ہاں حاضری دیں گے۔ جب وہ نہ آئے تو ہارون نے عباد نامی ایک قاصد کے ہاتھ انھیں ایک خط بھیجا۔

جب عباد پہنچا تو سفیان اپنے شاگردوں کے ساتھ ایک مسجد میں بیٹھے تھے۔ عباد نے سفیان کو خلیفہ کا خط پیش کیا تو سفیان نے اسے پکڑنے سے انکار کر دیا اور پاس بیٹھے ایک شخص سے کہا کہ وہ اسے کھولے اور پڑھ کر سنائے۔

خط میں لکھا تھا: ''ہم آپ کی آمد کے منتظر ہیں، ہمیں اپنے درمیان استاد شاگرد کے تعلق کا بڑا پاس ہے۔''

سفیان نے اپنے شاگردوں سے کہا: ''میرا جواب اسی خط کی پُشت پر لکھ دو۔''

شاگرد بولے: ''مرشد! آپ نیا کاغذ استعمال کیوں نہیں کرتے؟''

''نہیں، اسی کاغذ کی پُشت پر لکھو۔''

پھر انھوں نے یہ جواب لکھوایا: ''قرآن کی حلاوت سے محروم، گمراہ ہارون کے نام۔ تم نے مومنین کے خزانے کا منھ کھول کر اس کے مال و دولت کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تقسیم کیا ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کی اجازت حاصل کر لی تھی، جو اللہ کے راستے میں جنگیں کرتے ہیں، کیا تم نے یتیموں اور بیواؤں کی اجازت حاصل کر لی تھی؟ جہاں تک

ہمارے تمھارے سابقہ تعلق کا سوال ہے یہ اب ختم ہوا، ہمارے بیچ اب کسی پیار محبت کا بندھن نہیں رہا۔ ہمیں اب کبھی اگر آپ نے خط بھیجا تو ہم نہ تو اسے پڑھیں گے اور نہ اس کا جواب دیں گے۔''

یہ سن کر عباد سیدھا بازار گیا اور معمولی اور سستے سے کپڑے لے کر پہنے اور پھر وہ خط کا جواب لے کر ہارون الرشید کے پاس پہنچا۔

جب خلیفہ ہارون نے عباد کو معمولی کپڑوں میں اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ سب کچھ سمجھ گئے اور پکار اُٹھے: ''قاصد کام یاب ہو گیا اور اس کا آقا ناکام رہا۔''

جب ہارون الرشید نے استاد کا جواب پڑھا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

ان کے درباری بولے: ''یا امیر المومنین! استاد سفیان نے بڑی گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے، سپاہیوں کو بھیج کر انھیں یہاں بلوائیے۔''

''خاموش! یہ تم لوگ ہی ہو، جنھوں نے مجھے گمراہ کیا ہے۔'' ہارون نے چیخ کر کہا۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد خلیفہ ہارون نے سفیان کا وہ خط محفوظ کر لیا اور وہ گاہے بگاہے اسے نکال کر پڑھا کرتے تھے۔ ☆

ای-میل کے ذریعے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلیفون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

hfp@hamdardfoundation.org

کچھوے کا غصہ

سیدہ ملائکہ سرور

یہ بہت پرانے زمانے کا قصہ ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی گاؤں سے کچھ فاصلے پر ایک خوب صورت تالاب تھا، جس کے کنارے تین دوست رہا کرتے تھے۔ ان میں ایک راج ہنس تھا، ایک پیلی کن (حواصل، جس کی لمبی سی چونچ کے نیچے تھیلی سی ہوتی ہے) اور ایک کچھوا۔ یہ تینوں یہاں کے اصل باشندے نہیں تھے۔ ایک زبردست سیلاب کے نتیجے میں بہتے بہتے اس تالاب تک پہنچ گئے تھے، پھر اس کی خوب صورتی دیکھ کر یہیں بس گئے تھے۔

تینوں دوستوں کی زندگی بڑے آرام سے گزر رہی تھی۔ کسی قسم کی کوئی اُلجھن یا پریشانی نہیں تھی۔ تالاب میں مچھلیاں اور آبی کیڑے مکوڑے بھرے پڑے تھے، اس لیے خوراک کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ تینوں دوست دن بھر کھیلتے کودتے، کھاتے پیتے اور شام کو تھک کر ایک دوسرے کے قریب سنہری ریت پر سو جاتے۔ البتہ گرمی کے موسم میں ان کو کچھ پریشانی ہو جاتی۔ تالاب کا پانی سوکھ کر ایک چوتھائی رہ جاتا اور اسی لحاظ سے مچھلیاں اور آبی کیڑے مکوڑے بھی تھوڑے رہ جاتے۔ اکثر انھیں خالی پیٹ ہی سونا پڑتا۔ آخر مصیبت کے یہ دن ختم ہو جاتے۔ برسات کا موسم آ جاتا اور ہر طرف جل تھل ہو جاتا۔ کھانے پینے کی بہتات ہو جاتی اور ان کے عیش کے دن شروع ہو جاتے۔

ایک سال کچھ ایسا ہوا کہ برسات کا موسم آیا تو ضرور، لیکن بِن برسے گزر گیا۔ دو ایک مرتبہ ہلکی پھلکی پھوار سی پڑی اور بس! نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ تالاب سوکھ کر دلدلی کیچڑ میں تبدیل ہو گیا۔ مچھلیوں اور آبی کیڑے مکوڑوں کو شکاری پرندے اُچک لے گئے اور

یوں تینوں دوست بھوک کے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اب اس تالاب سے ہجرت کرنا لازمی ہو گیا تھا، کیوں کہ موت دبے پاؤں ان کی طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ اب جائیں تو کہاں! تب راج ہنس نے کہا: ''میں نے یہاں سے دس بارہ میل دور ایک بہت بڑا تالاب دیکھا ہے، جو آج بھی پانی سے لبالب بھرا ہوا ہے۔ چلو، وہیں چلتے ہیں اور ایک نئی زندگی شروع کرتے ہیں۔''

''اچھی تجویز ہے۔'' پیلی کن بولا: ''لیکن اس میں ایک مشکل ہے۔ ہم دونوں کے لیے وہاں پہنچنا کوئی بڑی بات نہیں، لیکن ہمارا دوست کچھوا...... کیا ہم اسے یہاں فاقہ کشی سے مر جانے کے لیے چھوڑ دیں؟ یہ تو انتہائی خود غرضی والی بات ہو گی۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔'' راج ہنس نے آہستہ سے شکست خوردہ لہجے میں کہا: ''مسلسل فاقے کی وجہ سے ذہن نے بھی کام چھوڑ دیا ہے۔ کوئی ڈھنگ کی تجویز سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

دونوں دوست اپنی اپنی جگہ سوچوں میں گم ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد راج ہنس اپنے خیالات سے چونکا اور بولا: ''سنو دوست! ایک تجویز سمجھ میں آئی ہے۔ ہم کسی درخت کی ایک لمبی سی خشک شاخ لیتے ہیں۔ اپنی اپنی چونچوں میں دونوں طرف سے پکڑتے ہیں اور ہمارا دوست کچھوا اس شاخ کو درمیان سے پکڑ کر لٹک جائے۔ بس دس پندرہ منٹ کی تو بات ہے۔ ہم تینوں اطمینان سے اس بڑے تالاب تک پہنچ جائیں گے۔''

''بے وقوفی کی بات مت کرو۔'' پیلی کن خوف زدہ ہو گیا: ''اگر اس دوران کچھوے نے منھ کھول دیا تو جانتے ہو کیا ہو گا؟''

''میں ہرگز منھ نہیں کھولوں گا۔'' کچھوا جلدی سے بول پڑا: ''کیا میں بے وقوف ہوں کہ منھ کھول کر اپنی موت کو آواز دوں گا۔ چلو، سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔''

''ایک بار پھر سوچ لو میرے دوست! تم ایک انتہائی خطرناک کام کرنے جا رہے ہو۔ اگر کسی وجہ سے تمھارا منھ کھل گیا تو پھر کوئی معجزہ ہی تمھیں بچا سکتا ہے۔'' پیلی کن ابھی تک اس تجویز سے متفق نہیں تھا۔ پتا نہیں کیوں اس کا دل دھڑک رہا تھا۔

''کچھ نہیں ہوگا۔ اطمینان رکھو، میں کسی قیمت پر منھ نہیں کھولوں گا۔'' کچھوے کے لہجے میں خود اعتمادی تھی۔

آخر سفر شروع ہوا تو جلد ہی وہ علاقہ شروع ہو گیا، جس کے قریب یہ تالاب واقع تھا۔ بہت سارے بچے میدان میں کھیل رہے تھے۔ تینوں کو اُڑتے دیکھ کر شور مچانے

لگے: ''واہ وا، کیا منظر ہے، دو پرندے ایک کچھوے کو اُڑائے لیے چلے جا رہے ہیں، خوب...... خوب، یہ ہے سچی دوستی۔''

جلد ہی منظر غائب ہوگیا۔ پانچ چھے منٹ کی اُڑان کے بعد ایک میدان آ گیا۔ میدان میں فٹ بال کا میچ ہو رہا تھا۔ کھیل دیکھنے کے لیے سارا گاؤں جمع تھا۔ اچانک کسی آدمی کی نظر ان پر پڑی تو وہ چیخنے لگا: ''اوپر دیکھو...... اوپر دیکھو...... واہ کیا خوب صورت منظر ہے۔ خوب...... خوب...... دو دوست اپنے تیسرے دوست کو ساتھ لے کر اُڑے چلے جا رہے ہیں۔ دوستی ہو تو ایسی......''

اور دوسرا آدمی بولا: ''کچھوے بھائی! لکڑی کو خوب مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ اللہ تینوں کی حفاظت کرے۔''

جلد ہی یہ منظر بھی غائب ہوگیا۔ میدان سے ذرا دور راج ہنس اور پیلی کن تھوڑی دیر سُستانے کے لیے زمین پر اُتر آئے۔ اتنا بھاری بوجھ لے کر اُڑنے کا ان دونوں کے لیے یہ پہلا موقع تھا، اس لیے دونوں ہی بُری طرح تھک گئے تھے۔ تھوڑی دیر سُستانے کے بعد سفر پھر شروع ہوگیا۔ اب پہاڑی علاقہ شروع ہوگیا تھا۔ خوف ناک نوکیلی چٹانیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔

''بس چھے سات منٹ کا سفر اور رہ گیا ہے۔'' راج ہنس نے کہا: ''پھر عیش ہی عیش ہے۔ لکڑی کو کسی قیمت پر نہ چھوڑنا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے۔''

تھوڑی دیر بعد وہ گاؤں آ گیا، جس سے تھوڑے فاصلے پر وہ بڑا سا تالاب تھا، جہاں انھیں پہنچنا تھا۔ گاؤں کے باہر ایک خالی جگہ پر ایک میلہ سا لگا ہوا تھا۔ بے شمار لوگ

خرید و فروخت میں لگے ہوئے تھے۔ اچانک ایک بچے کی نظر ان تینوں پر پڑی تو وہ تالیاں بجانے لگا: ''واہ...... وا ...... کیا مزے کا منظر ہے دیکھو، ! دیکھو، کس طرح دو دوست اپنے تیسرے دوست کی مدد کر رہے ہیں۔ زندہ باد دوستو! زندہ باد......''

''ارے او، بے وقوف کچھوے!'' اچانک ایک آدمی چیخا: ''کیوں اپنی شامت کو آواز دے رہا ہے۔ جانتا ہے، اگر گر گیا تو تیرا قیمہ بن جائے گا۔ اُلّو، گدھا کہیں کا۔''

کچھوا اب تک بڑی ثابت قدمی کے ساتھ لکڑی کو منھ سے پکڑے ہوئے تھا، لیکن اس آدمی کے الفاظ سن کر کچھوے کو سخت غصہ آیا۔ غصے میں اس نے ساری احتیاط بالائے طاق رکھ دی اور طیش کے عالم میں چیخا: ''تم خود ہو گے اُلّو، بے وقوف، گدھے، احمق۔'' بس یہی چند الفاظ تھے جو کچھوے کے منھ سے نکل سکے اور پھر وہ نیچے کی طرف چلا اور نیچے اور نیچے اور پھر پیارے بچو! کچھوے کے ساتھ کہانی بھی ختم ہو گئی۔ ☆

سال بھر کا انتظار ختم ہونے والا ہے

ہمدرد نونہال کا خاص نمبر

ان شاء اللہ جون ۲۰۱۷ء میں شائع ہو رہا ہے۔

☆ انوکھی، حیرت انگیز، سنسنی خیز، چٹپٹی اور جادوئی کہانیاں

☆ تاریخی، سائنسی، معلوماتی، مزاحیہ اور اخلاقی تحریریں

☆ شہید حکیم محمد سعید کی یاد رکھنے والی باتیں

☆ محترمہ سعدیہ راشد کی ایک خصوصی تحریر

☆ مسعود احمد برکاتی کی کام آنے والی باتیں

☆ دنیا کے ایک مشہور شکاری جم کاربٹ کی سنسنی خیز شکار کہانی

☆ م۔ص۔ ایمن کا ایک خوب صورت مکمل ناولٹ

☆ آسان انعامی سلسلے، مزے دار لطیفے، کارٹون، نظمیں

خاص نمبر کے ساتھ ایک خاص تحفہ ہوگا

صفحات زیادہ .... قیمت زیادہ نہیں

ہر بک اسٹال پر دستیاب ہوگا۔

چٹائی والا بادشاہ

محمد ذوالقرنین خان

چٹائی بناتے بناتے نواز الدین نے ایک نظر گلاس پر بیٹھے، اونگھتے زرگاف پر ڈالی اور بولا: ''اصل زندگی تو بادشاہوں کی ہوتی ہے۔ کیا ٹھاٹ سے رہتے ہیں۔ خادم ہر وقت ہاتھ باندھے سامنے کھڑے ہیں۔ دنیا کی تمام نعمتیں انھیں میسر ہوتی ہیں۔ اب یہ ہمارے بادشاہ کو ہی دیکھ لو۔ محل پر محل بنا رہا ہے۔ ہر مہینے شکار کو نکل جاتا ہے۔ کبھی دوست ملکوں کے دورے کرتا ہے۔ ہر پل زندگی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔''

سیانا زرگاف اس کی بات سن کر مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا، نواز الدین جب پریشان ہوتا ہے تو ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔
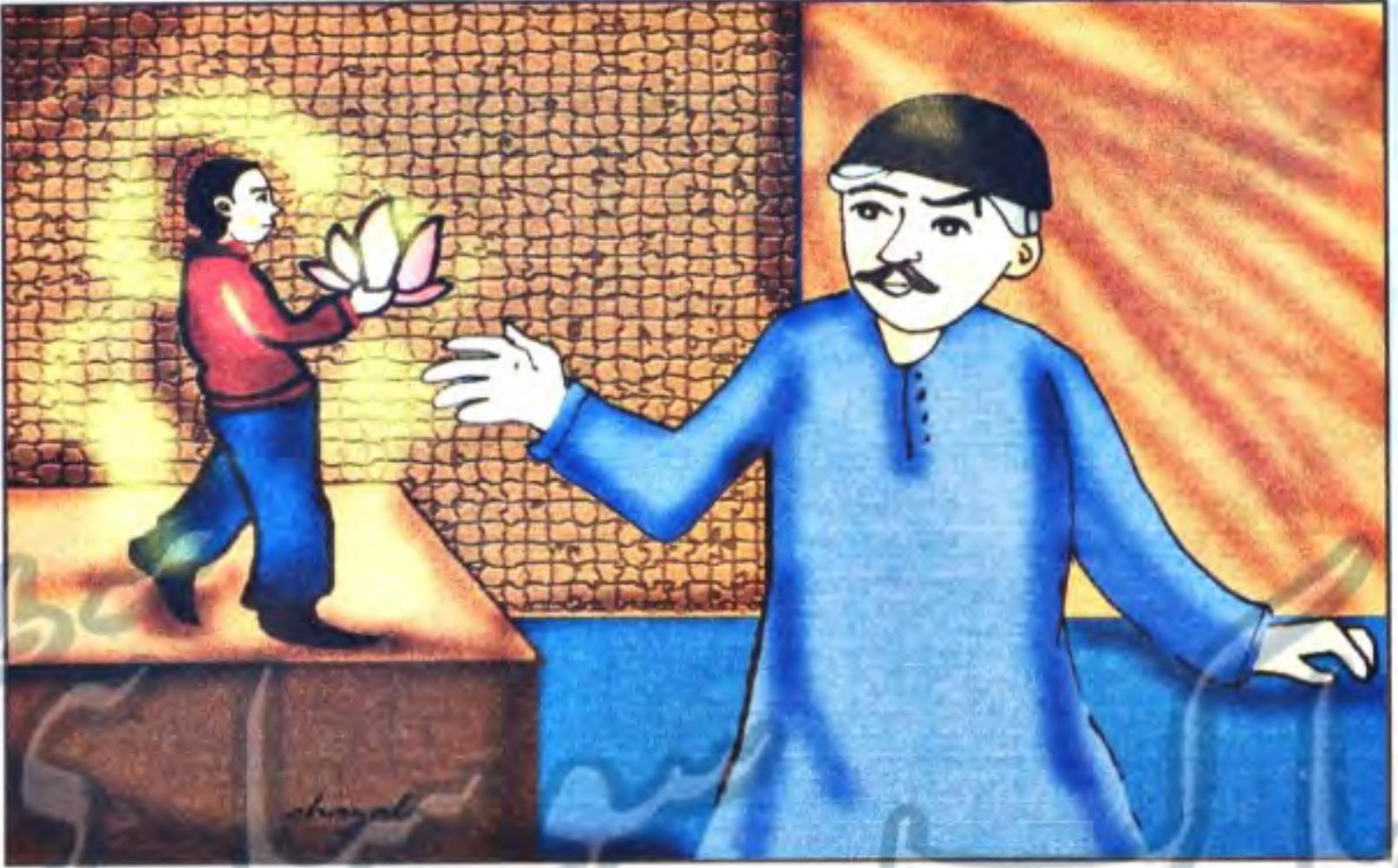
''دوست! ہوسکتا ہے جو نعمتیں تمھارے پاس ہیں، وہ اس بادشاہ کے پاس بھی نہ ہوں۔ جیسی پُرسکون زندگی تمھاری ہے، ویسی اسے میسر نہ ہو۔'' زرگاف نے کہا۔

اس کی بات سن کر نوازالدین کو غصہ آگیا۔

''تم تو نرے احمق جن ہو۔ تمھارا مالک تو کہتا تھا، تم بہت عقل مند ہو۔ تم جب جب ایسی باتیں کرتے ہو، مجھے لگتا ہے میں نے دو چٹائیاں ضائع کر دیں۔'' یہ طعنہ نوازالدین اسے اکثر دیا کرتا تھا۔

زرگاف ایک جن تھا۔ نوازالدین نے اسے ایک فقیر سے دو چٹائیوں کے بدلے حاصل کیا تھا۔ اس کا قد انسانی انگوٹھے جتنا تھا۔ خاص بات یہ تھی کہ اس کے جسم سے روشنی پھوٹتی تھی۔ وہ اور تو کسی کام کا نہیں تھا مگر اس کے پاس کرنے کے لیے عجیب عجیب باتیں

HEEEEELLLLPPPPPPPPPPP!!!!

The sun is about to set and Momi & Auzi have lost their way to the House of Saniplast Junior. Come on friends, help them before it gets dark.

تھیں، جنھیں سن کر نواز الدین حیران رہ جاتا۔

''بتاؤ! میرے پاس ایسا کیا ہے؟ یہ پھٹے پرانے کپڑے، ایک ٹوٹا ہوا گھر جس کی چھت بارشوں میں ٹپکنے لگتی ہے۔ یہ کاروبار جس میں ہاتھ چھل گئے، کمر دکھ گئی۔ سارا دن کام کرنے کے بعد ہی دو وقت کی روٹی مل پاتی ہے۔'' نواز الدین نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔

زرگاف اس کی یہ باتیں سن سن کر تنگ ہو گیا تھا۔ آج اسے بھی غصہ آ گیا۔

''مجھے اگر دوستی کا خیال نہ ہوتا تو میں تمھیں بادشاہت کا مزہ چکھا دیتا۔'' یہ کہتے ہوئے اس کا لہجہ کرخت تھا۔

نواز الدین اس کی یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔

''تم مجھے بادشاہ بنا سکتے ہو؟'' اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''تمھاری ناشکری بہت بڑھ گئی ہے۔ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔'' یہ کہہ کر زرگاف غائب ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ حاضر ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک پھول تھا۔ وہ بولا: ''یہ کھا کر تم کسی بھی ملک کے بادشاہ بن سکتے ہو۔ یاد رہے تمھیں وہی نعمتیں ملیں گی جو اس بادشاہ کے پاس ہیں اور انھی تکالیف کا سامنا کرنا ہوگا، جو اس بادشاہ کے ساتھ جڑی ہیں۔''

یوں زرگاف کی مدد سے نواز الدین اپنے ملک کا بادشاہ بن گیا تھا۔ اس کا دن بڑا شان دار گزرا۔ خوب آؤ بھگت ہوئی۔ ہر ایک اس کی خوشامد میں لگا ہوا تھا۔ رات کو نرم آرام دہ بستر اس کا منتظر تھا۔ وہ جو لیٹتے ہی سو جانے کا عادی تھا، ساری رات کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح کے قریب اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس نے چیخ کر غلام کو آواز دی جو شاہی طبیب کو بلا لایا۔

طبیب نے اس کی نبض دیکھی۔ ساتھ ہی ایک نظر تپائی پر پڑے کٹورے پر ڈالی۔

''آج پھر آپ نے دوائی نہیں لی!'' یہ کہتے ہوئے اس نے وہ کٹورا اُٹھا کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ مجبوراً کڑوا بدبودار محلول اسے پینا پڑا، تب جا کر اسے سر درد کا کچھ افاقہ ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گیا۔

جب وہ سو کر اٹھا تو جاسوسی ادارے کے سربراہ نے اس کے خلاف ہونے والی تازہ سازشوں سے آگاہ کیا۔ اس کے کچھ درباری دشمن ملک کے ساتھ مل گئے تھے۔ وہ اسے قتل کروانا چاہتے تھے۔ اس کا کہنا تھا، وہ جلد ان لوگوں کے خلاف ثبوت حاصل کر لے گا، تب تک وہ اپنے محافظوں کی تعداد بڑھا لے۔ نواز الدین یہ سن کر پریشان ہو گیا۔

وہ دربار میں پہنچا تو درباریوں نے اسے بتایا کہ جاسوسی ادارے کا سربراہ ناظر خان انہیں بے جا تنگ کر رہا ہے۔ انہوں نے دبے لفظوں میں یہ بھی کہا کہ نواز الدین کو اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ وہ اسے راستے سے ہٹا کر خود بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ نواز الدین یہ سن کر بہت سٹپٹایا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا، کس پر اعتبار کرے۔

اس دن اس نے مختلف ملکوں کے سفیروں سے ملاقاتیں کیں۔ ایک ڈیم کا افتتاح کیا۔ نئے محل کے نقشے کے حوالے سے ماہرین سے مشاورت کی۔ اہم ڈاک اسے پڑھ کر سنائی گئی۔ دن کیسے گزر گیا، اسے معلوم ہی نہیں پڑا۔

شاہی دسترخوان پر انواع اقسام کے کھانے موجود تھے، لیکن وہ اتنا تھکا ہوا تھا کہ اس کا کچھ کھانے کو جی ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ اس نے زبردستی چند لقمے لیے اور سونے کو چل دیا۔ کمرے میں بدبودار کڑوا محلول اس کا منتظر تھا۔ اس نے کافی کوشش کی کہ اس کے

بنا ہی نیند آ جائے، مگر آخر اسے وہ پینا ہی پڑا۔

اگلے دن وہ شکار پر چل دیا۔ پورے جنگل کو فوج نے گھیرا ہوا تھا۔ ایک جگہ اسے ہرن نظر آیا۔ اس نے ترکش سے تیر نکالا اور کمان کی تانت پر چڑھالیا۔ اس کے ایک وزیر نے چیخ کر کہا: ''شاہ عالم کا نشانہ......!'' باقیوں نے چلّا کر کہا: ''سب سے اعلا۔''

نواز الدین کے خون میں بھی اُبال آیا۔ اس نے خوب تاک کر تیر مارا۔ جو کہیں جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ وہ بہت شرمندہ ہوا، مگر جب ہر جانب سے مرحبا مرحبا کی صدائیں بلند ہونے لگیں تو اسے معلوم پڑا کہ اس کا تیر ہرن کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ نواز الدین خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔

رات کو جب وہ اپنے خیمے میں داخل ہوا تو زرگاف وہاں موجود تھا۔

''کیوں صاحب! کیسی گزر رہی ہے؟'' اس نے نواز الدین سے پوچھا۔ جو اس گاڑھے بدبودار کڑوے محلول کا سوچ کر پریشان ہو رہا تھا، جو اسے سونے سے پہلے پینا تھا۔ زرگاف کی آواز سن کر وہ زبردستی اپنے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے بولا: ''میاں زرگاف! اسے کہتے ہیں زندگی۔ رعب و دبدبہ، شان و شوکت، طاقت سب کچھ میرے پاس ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ آج تم جنگل میں ہوتے تو میرا نشانہ دیکھتے۔ سب حیران رہ گئے۔''

زرگاف نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا: ''جناب! وہ ایک پالتو ہرن تھا۔ جس کی ٹانگیں بندھی ہوئی تھیں۔ اس کو نشانہ بھی قریب ہی بیٹھے ایک سپاہی نے بنایا۔ آپ کا تیر تو اس تک پہنچ بھی نہیں سکا۔ میں بس یہ کہنے آیا تھا کہ بادشاہ کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ کسی پر بھروسا نہ کرنا۔'' یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

اسے بادشاہ بنے دو مہینے بھی نہیں ہوئے تھے، جب ایک صبح سپہ سالار نے اسے اطلاع دی کہ سرحد پر دشمن ملک نے ان کے سات سپاہی مار ڈالے ہیں۔ انہیں بھی بدلہ لینا چاہیے۔ وزیراعظم کا خیال تھا، اس مسئلے کو گفتگو کے ذریعے سے سلجھایا جائے، اگر عقل مندی کا ثبوت نہ دیا گیا تو جنگ بھی ہو سکتی ہے۔ سرحدی صوبوں میں ویسے بھی بغاوت سر اٹھا رہی ہے۔ انہیں بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا۔

سپہ سالار اور وزیراعظم دونوں ایک دوسرے سے الجھ پڑے۔ پہلے باتوں سے کام چلایا، پھر لاتوں مکوں سے ایک دوسرے کی خوب دھنائی کی۔ دربار میں اب دو گروپ بن گئے۔ ایک جنگ کے حق میں تھا، دوسرا مخالفت میں۔

پورے ملک پر اس کا اثر پڑا۔ آدھے لوگ جنگ کے حق میں جلسے کر رہے تھے۔ آدھے مخالفت میں جلوس نکال رہے تھے۔

یہ سب دیکھ کر اس کی حالت پتلی ہو گئی تھی۔ اسے وہ دن یاد آئے، جب وہ چٹائیاں بناتا تھا، تب یوں جلسے جلوس ہوتے تو وہ بہت خوش ہوتا کہ ان دنوں اس کی چٹائیاں منہگے داموں بکتی تھیں۔ وہ اچھے خاصے پیسے کما لیتا، مگر اب تو اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ جنگ کی حمایت کرنے والے گروہ کے سامنے اسے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ جنگ شروع ہوئی تو پل پل کی خبریں اس تک پہنچ رہی تھیں۔ دو سرحدی صوبے دشمن کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ دشمن آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ سپہ سالار مسلسل اسے تسلیاں دے رہا تھا۔

جب تیسرے صوبے پر بھی دشمن نے قبضہ کر لیا تو وزیراعظم کے کہنے پر اس نے سپہ سالار کو معزول کر دیا اور فوج کی کمان خود سنبھال لی۔ وہ اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے

میدان جنگ کی طرف جارہا تھا، جب جاسوسی ادارے کا سربراہ ناظر خان اس سے ملنے آیا۔ اس کے تیور ہی بدلے ہوئے تھے۔ اس نے نوازالدین سے کہا کہ فوراً سپہ سالار کو بحال کرے۔ ان کی معزولی سے فوج میں بددلی پھیل گئی ہے اور وزیراعظم کو قید کروادے، جس نے اتنا غلط مشورہ دیا۔

نوازالدین کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ وہ بادشاہ تھا، کوئی اس سے یوں کیسے بات کرسکتا تھا۔ اس نے ناظر خان کو قید میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اسے یہ دیکھ کر شدید صدمہ پہنچا کہ اس کے محافظوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ وہ جب چٹائیاں بناتا تھا، اس کی پھر کچھ وقعت تھی، آج تو وہ بالکل بے قیمت ہوکر رہ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ خود ایک تاریک کوٹھڑی میں بیٹھا آنسو بہا رہا تھا، جہاں بیٹھنے کے لیے چٹائی بھی میسر نہیں تھی۔

وہ جب چٹائیاں بناتا تھا، اس نے کبھی دھیان ہی نہیں دیا کہ یہ ایک بادشاہ اچھی بھلی حکومت کرتے کرتے کہاں غائب ہوجاتا ہے۔ اس وقت کوٹھڑی کی تاریکی چھٹ گئی۔ زرگاف یہاں پہنچ گیا تھا۔

اس نے نوازالدین کے سامنے دو باتیں رکھیں۔ یا تو وہ اسے اس کی پرانی زندگی لٹا دے یا دوبارہ سے بادشاہت پانے میں اس کی مدد کرے۔

نوازالدین نے ایک لمحے کو بھی نہیں سوچا۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ اپنی دکان میں بیٹھا چٹائیاں بُن رہا تھا۔ خوشی کے آنسو اس کی آنکھوں سے مسلسل بہے چلے جارہے تھے۔

☆☆☆

ایسا کریں

کرشن پرویز

آرزو ہے گر ہماری ، ہم سے سب اُلفت کریں

ہم پہ بھی لازم ہے بچو! سب کی ہم عزت کریں

خود کو دنیا کی بُرائی سے بچائیں اس طرح

رہ کے کیچڑ میں بھی خود کو اک کنول ثابت کریں

اس خدا کی رحمت و برکت بھی ہوگی آپ پر

ہم کریں خدمت بڑوں کی، چھوٹوں سے شفقت کریں

پیار کا مرہم لگائیں ، پٹیاں اخلاص کی

زخم دل سب کے بھریں، ایسی کوئی صورت کریں

عیب جوئی چھوڑ کر پرویز دلجوئی کریں

کچھ غریبوں کے لیے بھی صَرف ہم دولت کریں

ہمارے شاعرِ مشرق

نسرین شاہین

ہمارے قومی شاعر اور مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبال سیالکوٹ کے ایک کشمیری خانوادے میں شیخ نور محمد کے ہاں ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ نام رکھنے کے لیے قرآنی فال کا سہارا لیا گیا اور آیت کریمہ ''اقرا بسم ربک الذی خلق'' کے پہلے دو لفظوں کی مناسبت سے نام ''اقبال'' رکھا گیا۔ پھر واقعی اقبال مندی نے ایسے قدم چومے کہ یہ ننھا اقبال بڑا ہو کر ''حکیم الامت'' بن گیا۔ علامہ اقبال کو یہ خطاب خواجہ حسن نظامی نے دیا۔

اقبال کی دینی تعلیم کا آغاز محلہ شوالہ کی مسجد سے ہوا، جہاں ان کے استاد مولوی غلام حسین مواحد تھے۔ ایک دن مولوی سید میر حسن کا ادھر سے گزر ہوا تو مکتب میں تشریف لے گئے۔ اقبال مکتب میں دوسرے بچوں کے ساتھ اپنا سبق یاد کر رہے تھے، مولوی میر حسن کی نظر معصوم صورت، ذہین اقبال پر پڑی تو دریافت کیا: ''یہ کس کا بچہ ہے، کیا نام ہے؟''

مولوی مواحد نے بتایا کہ شیخ نور محمد کا بیٹا محمد اقبال ہے۔

چند روز بعد میر حسن کی ملاقات اقبال کے والد سے ہوئی تو کہا: ''اقبال کو آپ میرے پاس بھیج دیں، میں اسے خود پڑھاؤں گا۔''

یوں اقبال کو مولوی میر حسن جیسے نامور استاد میسر آ گئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت مولوی میر حسن کی زیرِ نگرانی مکمل کرنے کے بعد مقامی اسکول سے مڈل اور میٹرک کے امتحانات پاس کیے۔ پھر ۱۸۹۵ء میں اسکاچ مشن کالج سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔

اس کے بعد اقبال گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ وہ ایک ذہین ترین طالب علم کی حیثیت سے امتحانوں میں امتیازی حیثیت اور وظیفہ حاصل کرتے آئے تھے۔

اقبال کو بٹیر پالنے، کبوتر اُڑانے اور ورزش کرنے کا بہت شوق تھا۔ اقبال ذہانت میں اپنے ہم عمر بچوں سے کہیں آگے تھے۔

وہ بی اے کے امتحان میں اول آئے اور انگریزی اور عربی کے مضامین میں دو طلائی تمغے حاصل کیے۔ ۱۸۹۹ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے فلسفہ میں ایم اے کا امتحان اس شان دار طریقے سے پاس کیا کہ صوبے بھر میں اول آئے۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو اعلا تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے۔ پھر جرمنی گئے، جہاں میونخ یونی ورسٹی سے فلسفے میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ لندن میں پروفیسر آرنلڈ عربی کے پروفیسر تھے۔ جب وہ چھے مہینے کی رخصت پر گئے تو اقبال کو ان کی جگہ عربی کا معلم مقرر کیا گیا۔

اقبال نے طالب علمی کے دور میں ہی شعر وسخن کا آغاز کر دیا تھا۔ اس دور میں شاعر مرزا داغ دہلوی کی بہت شہرت تھی۔ اقبال نے چند نظمیں، غزلیں بھیجیں، تا کہ ان کی اصلاح سے شعر وسخن میں مزید نکھار پیدا ہو، مگر داغ نے یہ کہہ کر غزلیں واپس بھیج دیں کہ انھیں اصلاح کی ضرورت نہیں۔ وہی شعر وسخن میں اقبال کے استاد تھے۔ دوسرے استاد ارشد گورمانی تھے۔ ایک مشاعرے میں اقبال نے اپنا یہ شعر پڑھا:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

محفل میں موجود تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ، واہ وا کے

نعرے بلند ہوئے۔

۱۸۹۹ء میں انجمنِ حمایت اسلام لاہور کے جلسے میں ''نالۂ یتیم'' کے نام سے سوز و گداز سے بھرپور نظم پڑھی۔ اقبال نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں جو نظمیں لکھیں، وہ قومی ہمدردی اور وطن سے محبت کے جذبے میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ انھیں عالمِ اسلام کی پستی اور بُرے حال کا شدید احساس تھا اور وہ مسلمانوں میں اتحاد کا جذبہ پیدا کرنے کے خواہش مند تھے۔ ان کی شاعری اس خواہش کا بھرپور اور پُرجوش اظہار ہے۔ علامہ اقبال، اُمید، حوصلے اور عزم و عمل کے شاعر ہیں۔

جنوری ۱۹۲۳ء میں علامہ محمد اقبال کو ''سَر'' کا خطاب ملا۔ خطبہ الہ آباد میں آپ نے بھی برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک الگ اور آزاد اسلامی ریاست کا خیال پیش کیا، مگر افسوس جب یہ اسلامی ریاست پاکستان ۱۴۔اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آئی تو علامہ اقبال اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے۔

علامہ محمد اقبال اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ انھوں نے بچوں کے لیے بہت پیاری پیاری اور سبق آموز نظمیں لکھیں۔ اقبال کی لکھی ہوئی نظمیں آج بھی بچے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ انھیں شاعرِ مشرق کا خطاب ملا۔

اقبال قیامِ پاکستان سے قبل ۲۱۔اپریل ۱۹۳۸ء کو انتقال کر گئے تھے۔ ان کا مزار بادشاہی مسجد لاہور میں واقع ہے۔ دوسرے شہروں سے آنے والے لوگ علامہ اقبال کے مزار پر ضرور حاضری دیتے ہیں۔

☆☆☆

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

دعا

نظم : نسیم امروہوی

پسند : پرویز حسین، کراچی

بے حسی سے مجھے غافل کر دے
دل ہے پتھر اسے بسمل کر دے
کچھ نہیں ذرّہ ناچیز ہوں میں
تُو جو چاہے مہ کامل کر دے
میری کشتی گھری ہے منجدھار میں
گامزن اسے یارب! سوئے ساحل کر دے
خوب لطف پاؤں عبادت میں تیری
وہ صفت ذات میں شامل کر دے
خود شناسی سے گریزاں ہوں بہت
مجھ پر آسان یہ مشکل کر دے
شرمساری سے مجھے دے جو نجات
ایسی عظمت و کردار کا حامل کر دے
عاجزی، حق و صداقت اور اچھی صفات
ان سے میری ذات مکمل کر دے

دو باتیں

مرسلہ : رمشا منیر محمد مگل، مگل شہر

ایک استاد اپنے شاگردوں کو حکمت و دانائی کا درس دے رہے تھے۔ ایک بوڑھا سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ دیر تک ان کی صورت پر غور کرتا رہا اور آخر پہچان کر بولا: ''تم وہی آدمی ہو نا، جو فلاں مقام پر میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے۔''

استاد نے جواب دیا: ''ہاں، میں وہی شخص ہوں۔''

تب اس نے حیران ہو کر کہا: ''تو یہ مرتبہ تمھیں کیسے حاصل ہوا؟''

استاد نے کہا: ''دو باتوں سے، ایک سچ بولنا اور دوسرا بلا ضرورت بات نہ کرنا۔''

غلام کی دعا

مرسلہ : یٰسین نوناری، مظفر گڑھ

ایک غلام نے بادشاہ کی نافرمانی کی

اور بھاگ گیا۔ بادشاہ نے دوسرے غلاموں کو حکم دیا کہ جاؤ، اسے پکڑ کر ہمارے سامنے پیش کرو۔

جلد ہی اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لایا گیا۔

بادشاہ نے کہا: ''اسے قتل کردو۔''

حکم سنتے ہی جلاد حرکت میں آ گیا۔ اس نے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت غلام نے ہاتھ اُٹھا کر یوں دعا کرنا شروع کردی: ''اے اللہ! اس بادشاہ کے ہاتھوں مجھے ہزاروں نعمتیں ملی ہیں۔ اگر آج اس نے میرے قتل کا حکم دیا ہے تو میں اس کو اپنا خون معاف کرتا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے روز میرے خون کے بدلے یہ پکڑے جائیں اور ان کے دشمن خوش ہوتے پھریں۔''

بادشاہ نے غلام کے منھ سے یہ دعا سنی تو اس کا غصہ جاتا رہا۔ اس نے قتل کا حکم واپس لے لیا اور اُٹھ کر غلام کی پیشانی چوم لی اور اسے بہت بڑا عہدہ بھی دیا۔

ڈرامائی خبریں

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

ریڈیو پاکستان پر ایک نیوز ریڈر شکیل احمد نامی بھی تھے۔ ان کی خبریں پڑھنے کا انداز ایسا کہ خبریں کم اور ڈرامائی مکالمے زیادہ محسوس ہوتے تھے۔ مثلاً ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران خبروں میں اطلاع دی کہ ہمارے جوان للکار رہے ہیں، فلاں نے دشمن کے دانت کھٹے کر دیے ہیں۔ اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ ہر صبح فتح، ہر شام فتح، غیرت کا ہے پیغام فتح۔

کبھی جذبات کی شدت سے آواز بھرّا جاتی اور کبھی کچھ کا کچھ کہہ جاتے۔

اسی طرح ایک دن اُنھوں نے کوئی خبر غلط پڑھ دی تو بولے: ''معاف کیجیے، میں اسے پھر سے پڑھتا ہوں۔''

دوسری مرتبہ بھی غلط پڑھ گئے۔ بولے: ''معاف کیجیے، میں اسے پھر سے غلط پڑھتا ہوں۔'' اور اس بار صحیح پڑھ گئے۔

دریچے

مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

ہاشم رضا زیدی صاحب پاکستان کے ایک معروف سرکاری عہدے دار تھے۔ ایک مرتبہ مشہور شاعر جوش ملیح آبادی ان سے کسی کام کے سلسلے میں ملاقات کے لیے گئے۔

سیکریٹری نے کہا: ''صاحب میٹنگ میں ہیں۔''

جب دیر ہو گئی تو جوش صاحب کو غصہ آ گیا۔ انھوں نے ایک چٹ لی اور لکھا:

ہاشم رضا میں ''شمر'' ہے سارا چھپا ہوا
زیدی میں چاروں حرف ہیں شامل یزید کے

یہ پرچی دی اور چلے آئے۔

دایاں ہاتھ

تحریر : ابنِ انشا

مرسلہ : محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی

لندن میں ایک مشہور وکیل ایک گھریلو ملازم کے خلاف چوری کے مقدمے کا دفاع کر رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ جرم تقریباً ثابت کر دیا گیا ہے اور کیس اس کے ہاتھ سے نکل رہا ہے تو اس نے جج کو مخاطب کیا: ''جنابِ والا! میں پھر کہوں گا کہ میرے موکل نے چوری نہیں کی۔ وہ گھر میں قانونی طور پر موجود تھا۔ اس نے دیکھا کہ تجوری کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بس اس نے اپنا دایاں ہاتھ احتیاط سے اندر ڈالا اور کچھ زیورات نکال لیے۔ ایک ہاتھ کا مطلب پورا انسان نہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جسم کا صرف ایک عضو جرم کرے اور سزا پورے جسم کو ملے؟''

جج صاحب وکیل کی دلیل سن کر سکتے میں آ گئے۔ انھوں نے چند منٹ اس پر غور کیا اور پھر فیصلہ سنایا: ''میں ان کے دلائل سے اتفاق کرتا ہوں اور انہی کے بیان کردہ اصول کے تحت جرم کرنے والے دائیں ہاتھ کو تین سال قیدِ بامشقت کی سزا سناتا ہوں۔ ملزم کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے ہاتھ کے ساتھ جیل میں رہ سکتا ہے۔''

ملزم اور اس کا وکیل یہ سزا سن کر خوشی سے جھوم اُٹھے۔ پھر وکیل نے مجرم کی کلائی

کے نیچے سے اسکرو کھول کر اس کا پلاسٹک کا مصنوعی ہاتھ الگ کر کے عدالت کے حوالے کیا اور دونوں چلتے بنے۔

حاضر جوابی

مرسلہ : سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

سکندرِ اعظم فتح کے بعد یونان کے ایک علاقے میں گیا۔ وہاں یونانی فلسفی دیو جانس کلبی دنیا سے بے خبر ایک طرف سو رہا تھا۔ سکندر نے اُسے جگانے کے لیے لات ماری اور کہا: ''میں نے اس شہر کو فتح کر لیا اور تُو اس طرح بے خبر سو رہا ہے!''

کلبی نے سکندر کی طرف دیکھا اور کہا: ''شہر فتح کرنا تو بادشاہ کا کام ہے اور لات مارنا گدھے کا کام ہے۔ کیا کوئی انسان دنیا میں نہیں رہا جو بادشاہت ایک گدھے کو مل گئی ہے۔''

جواب

مرسلہ : سمیعہ توقیر، کراچی

مشہور فرانسیسی بادشاہ نپولین، پولینڈ میں جنگی محاذ پر مصروف تھا کہ اس کے پاس کچھ روسی قیدی لائے گئے۔ ان کا رویہ نپولین کے خلاف تھا۔ انھوں نے کہا: ''ہم روسی تم سے کئی گنا بہتر ہیں، کیوں کہ ہم وقار کے لیے لڑتے ہیں اور تم دولت کے لیے۔''

یہ سن کر نپولین نے جواب دیا: ''ہر شخص اس شے کے لیے لڑتا ہے، جو اس کے پاس نہ ہو۔''

دریچے

مرسلہ : محمد عقیل اعوان، نوشہرہ

ایک آدمی اپنے قبائلی دوست سے ملنے اس کے علاقے گیا۔ قبائلی دوست اسے اپنا علاقہ دکھانے لے گیا۔ ایک جگہ قبائلی نے مہمان سے کہا: ''یہاں نیچے بیٹھ جاؤ، یہاں ہماری دشمنی ہے۔''

مہمان نے کہا: ''دشمنی تو تمھاری ہے، میں کیوں نیچے بیٹھ جاؤں؟''

قبائلی نے کہا: ''ہم نے دشمن کے ایک مہمان کو مارا تھا، وہ کہتا ہے کہ ہم بھی تمھارے مہمان کو ماریں گے۔''

☆☆☆

پندرھواں دروازہ

ڈاکٹر عمران مشتاق

وہ ایک عجیب وغریب اعلان تھا۔ جس نے سنا، حیران رہ گیا۔ اعلان کرنے والا کہہ رہا تھا: ''بادشاہ سلامت کے محل کا ایک راستہ کھو گیا ہے۔ جو بھی اس راستے کو ڈھونڈنے میں کام یاب ہوگا، اسے ایک بڑا انعام دیا جائے گا۔''

ایک آدمی نے اعلان پہ تبصرہ کیا: ''بھلا راستہ کیسے کھو سکتا ہے! یہ تو عجیب سی بات ہے۔''

دوسرے آدمی نے کہا: ''یہ ناممکن ہے۔''

ایک اور بولا: ''اس بات میں یقیناً کوئی راز ہے۔''

لوگ مختلف باتیں کر رہے تھے، لیکن کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ بادشاہ سلامت کے اعلان کا مقصد کیا ہے۔

بادشاہ سلامت کے سامنے لوگ آتے۔ اپنی کوشش کرتے اور پھر مایوس ہو کر واپس چلے جاتے، کیوں کہ کھویا ہوا راستہ کوئی بھی نہ ڈھونڈ سکا تھا۔ اعلان کا ساتواں دن تھا اور بادشاہ سلامت اب مایوس ہونے لگے تھے کہ ان کے سامنے ایک غریب سا لڑکا اور اس کا بوڑھا دادا پیش ہوئے۔ لڑکے کی عمر چودہ پندرہ سال سے زیادہ نہ تھی۔

لڑکے نے بہت ادب سے پوچھا: ''بادشاہ سلامت! کیا مجھے آپ سے کچھ سوالات کرنے کی اجازت ہے؟''

بادشاہ سلامت بڑی شان سے بولے: ''اجازت ہے۔''

لڑکے کا پہلا سوال تھا: ''آپ کے محل میں کتنے راستے یا دروازے ہیں؟''

بادشاہ سلامت نے جواب دیا: ''اٹھارہ دروازے ہیں۔''

لڑکے نے پھر پوچھا: ''جو راستہ کھو گیا ہے، کیا وہ انھی اٹھارہ دروازوں میں سے کسی ایک دروازہ سے ہو کر گزرتا تھا؟''

بادشاہ سلامت لڑکے کے ذہانت بھرے سوالات سے خوش ہو کر بولے: ''ہاں، وہ انھی دروازوں میں سے ایک تھا۔''

لڑکے کا اگلا سوال بھی ذہانت سے پُر تھا: ''راستے کے کھونے کا آپ کو کیسے پتا چلا؟ کیا آپ کو کسی نے بتایا؟''

بادشاہ سلامت یہ سوال سن کر بہت حیران ہوئے۔ اب تک آنے والے لوگوں میں سے کسی نے ایسے سوال نہیں کیے تھے۔ وہ بولے: ''ہاں، ہمیں کسی نے بتایا تھا۔''

لڑکے کا اگلا سوال چونکا دینے والا تھا: ''بتانے والا کیا کوئی سوالی تھا؟''

بادشاہ نے جب ''ہاں'' کہا تو لڑکے نے ایک اور سوال کیا اور پھر بادشاہ سے اجازت چاہی کہ اسے اور اس کے دادا کو محل میں گھوم پھر کر گم شدہ راستے کو ڈھونڈنے کا موقع دیا جائے۔

بادشاہ نے اجازت دے دی۔ وہ لڑکا اور اس کے دادا بادشاہ کے ایک خاص محافظ کے ساتھ ''محل کی سیر'' کو چلے۔ لڑکے کے دادا میاں ایک ایک دروازے کا معائنہ کرتے جاتے اور وہ لڑکا ان کی کہی ہوئی باتوں کو لکھتا جاتا۔ جب وہ پندرھویں دروازے پر پہنچے تو دادا میاں کافی دیر تک وہاں رکے رہے۔ ان کی آنکھوں سے عجیب سے جذبات
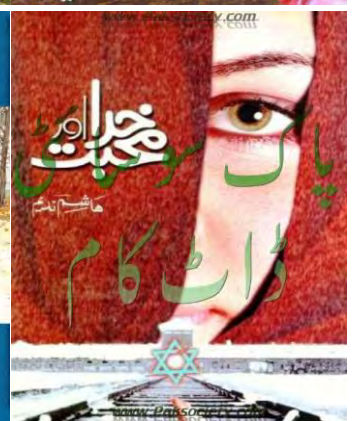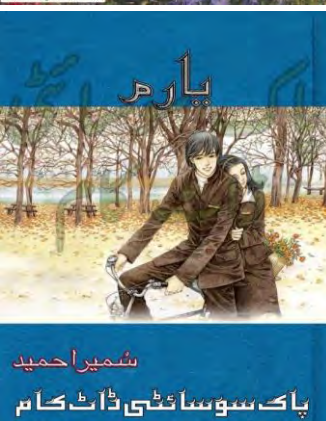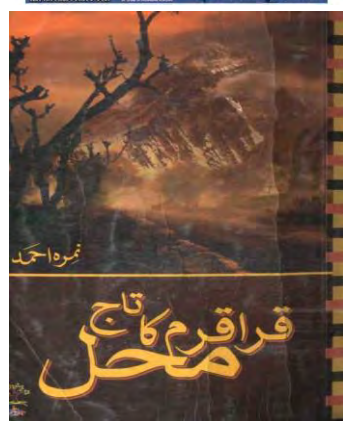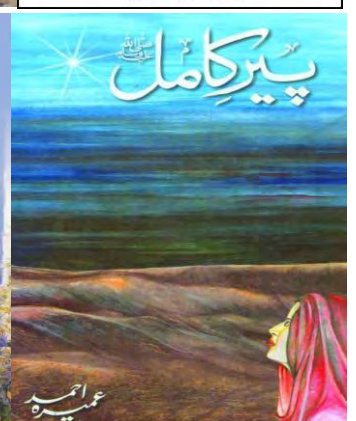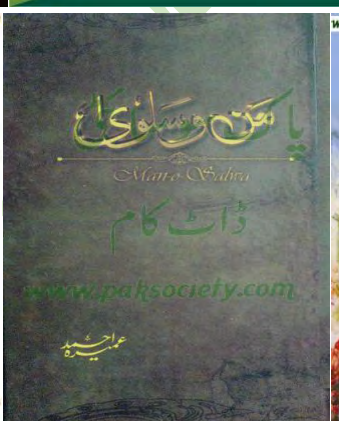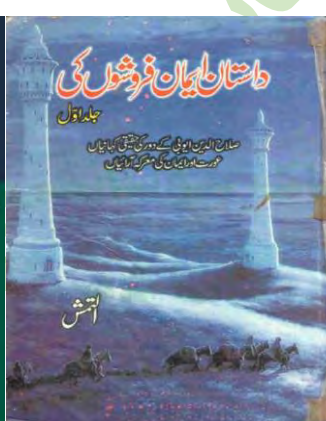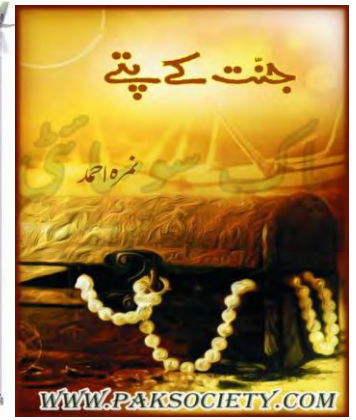
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ ایک واحد دروازہ تھا، جس کے بارے میں دادا نے کوئی بات نہیں لکھوائی۔

تمام دروازوں کا معائنہ ختم کر کے جب وہ واپس بادشاہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے پوچھا: ''کیا آپ لوگ کھویا ہوا راستہ ڈھونڈ پائے یا نہیں؟''

دادا نے بادشاہ سلامت سے ایک سوال کرنے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر پوچھا: ''محل کا کوئی ایسا دروازہ بھی ہے جو اب استعمال میں نہیں؟''

بادشاہ کے لیے وہ سوال حیرت کا باعث تھا: ''ہاں ایک ہے۔''

دادا نے ایک اور سوال کیا: ''اس دروازے کو اب کیوں استعمال نہیں کیا جاتا؟''

بادشاہ نے اُلجھن آمیز انداز میں جواب دیا: ''ہمارے والد مرحوم کے زمانے میں اس دروازے کا استعمال ہوتا تھا۔ اب وہ دروازہ بند ہے، مگر میں آپ کے اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا؟''

دادا بولے: ''آپ کا کھویا ہوا راستہ دراصل وہ ہی دروازہ ہے، جو اب استعمال میں نہیں۔ وہ پندرھواں دروازہ ہے۔''

بادشاہ سلامت نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر سوچا اور پھر کہنے لگے: ''اصل میں ہمیں خود نہیں معلوم کہ وہ راستہ یا دروازہ کون سا ہے؟''

بادشاہ سلامت کی بات نے دربار میں موجود بھی لوگوں کو حیران کر دیا۔

دادا نے بڑے ہی ادب سے کہا: ''میرے پوتے نے جب آپ سے سوال کیا

تھا کہ آپ کو راستے کے کھونے کے بارے میں کسی سوالی سے پتا چلا تھا تو آپ نے ہاں کہا تھا اور مزید پوچھنے پہ بتایا تھا کہ سوالی کا سوال انصاف سے متعلق تھا۔''

بادشاہ کو اس کا سوال یاد تھا۔ کہنے لگے: ''سوالی نے ہم سے پوچھا تھا کہ ہم لوگوں کے معاملات میں انصاف کیسے کرتے ہیں تو ہم نے کہا تھا کہ ہماری عدالت انصاف کرتی ہے تو اس نے کہا تھا کہ پھر راستہ تو کھو گیا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا تھا۔''

لڑکے نے پوچھا: ''کیا آپ اس کی بات کا مطلب سمجھے؟''

بادشاہ سلامت نے انکار میں سر ہلایا۔

دادا نے سمجھایا: ''اس کا مطلب غالباً انصاف کے حصول سے تھا۔ یعنی آپ خود اس سلسلے میں ذاتی طور پہ لوگوں کے مسائل میں دل چسپی لیتے ہیں یا نہیں؟''

بادشاہ نے کہا: ''میں اب بھی نہیں سمجھا!''

دادا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: ''میں سمجھا تا ہوں۔ پندرھویں دروازے کے ساتھ آپ کے والد کے زمانے میں ایک زنجیرِ عدل لگی ہوئی تھی۔ اس زنجیر کے ذریعے سے کوئی بھی شخص اپنی شکایت بے خطر بادشاہ سلامت تک پہنچا سکتا تھا۔ اب ایسا نہیں ہوتا، کیوں کہ وہ دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔''

بادشاہ سلامت بوڑھے دادا کی بات سن کر چونک اُٹھے اور پہلو بدل کر بولے: ''تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ دراصل ہم سے عدل کا راستہ کھو گیا تھا۔ اب ہم زنجیرِ عدل کو دوبارہ بحال کر دیں گے۔ ہمارا خیال تھا کہ ہماری عدالت انصاف کرتی ہے، اس لیے ہمیں زنجیرِ عدل کی ضرورت نہیں، مگر ایسا نہیں ہے۔ ہر حاکم کا اپنی رعایا سے مستقل اور سہولت کے ساتھ رابطہ ہونا چاہیے۔''

بادشاہ نے دادا سے پوچھا: ''آپ کو اس بند دروازے اور زنجیرِ عدل کا کیسے پتا چلا؟''

دادا مسکرا کر بولے: ''میں راج مستری ہوں اور اس محل کی تعمیر میں، میں نے بھی حصہ لیا ہے اور خصوصاً پندرھویں دروازے کی تعمیر کے دوران تو آپ کے والد حضور سے کئی بار بات کرنے کا بھی موقع ملا تھا۔''

بادشاہ سلامت دادا اور پوتے کی ذہانت سے بہت خوش ہوئے۔ انھیں انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ پندرھواں دروازہ کھول دیا گیا اور اس کے ساتھ زنجیرِ عدل لٹکا دی گئی۔ ☆

بلا عنوان انعامی کہانی

امید افشاں صغیر

بستی نور پور کے لوگ پچھلے کئی دنوں سے قریبی جنگل سے آنے والے بندروں سے سخت پریشان تھے۔ یہ بندر بستی میں کبھی اتنی تعداد میں نہیں آتے تھے اور نہ کبھی اس طرح بستی کے لوگوں کو اتنا پریشان کیا تھا۔ یہ بندر اکثر صبح کے وقت یا شام کو بستی میں اچانک داخل ہوتے اور لوگوں کی کھانے پینے کی چیزوں سمیت کئی دوسری چیزیں اُٹھا کر لے جاتے تھے۔

بندر بڑی دیدہ دلیری اور دھڑلے سے آتے اور بستی کی دکانوں اور مکانوں میں موجود کھانے پینے کی چیزیں اُٹھا کر لے جاتے۔ اگر کوئی روکتا تو اسے اپنے تیز ناخنوں

اور دانتوں سے اُسے زخمی کر دیتے۔

ایک دن بستی کے ایک حلوائی کی دکان سے یہ بندر ساری کی ساری مٹھائیاں اور دیگر چیزیں اُٹھا کر لے گئے اور وہ اپنی جمع پونجی کو لٹتے دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔ اسی طرح بستی کی واحد بیکری کو بھی یہ بندر دو مرتبہ لوٹ چکے تھے۔ پہلی مرتبہ لٹنے کے بعد بیکری کے مالک نے اپنے دونوں ملازموں کو بندوقیں لے کر دے دیں، تاکہ آیندہ حملے کی صورت میں بندروں کو ڈرایا جا سکے، لیکن اس کے باوجود دوسری مرتبہ جب بندروں نے شام کے وقت گروہ کی شکل میں بیکری پر حملہ کیا تو ملازمین کو انھوں نے کچھ نہ کرنے کا موقع دیے بغیر زخمی کر دیا اور جی بھر کے بیکری کی صفائی کر ڈالی۔ بیکری کا مالک دور کھڑا چلاّ چلاّ کر لوگوں کو مدد کے لیے پکارتا رہا، مگر جب تک بستی کے لوگ وہاں پہنچے، بندر اپنا کام کر چکے تھے۔

اس تمام صورتِ حال سے عاجز آ کر بستی والوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ شہر سے تربیت یافتہ شکاریوں کو بُلایا جائے، تاکہ وہ ان کو اس مصیبت سے نجات دلائیں۔

کچھ عرصے پہلے جنگل میں کوئی خطرناک درندہ نہیں تھا۔ یہاں رہنے والے برسوں سے جنگل میں بنے ہوئے ایک راستے سے گزر کر بے خوف و خطر شہر کو جاتے تھے۔ انھوں نے جنگل میں بندروں کو کبھی کبھار ہی دیکھا تھا۔ یہ بندر جنگل کے آخری سرے پر واقع ایک پہاڑ کی غار میں رہتے تھے۔ انھوں نے کبھی کسی کو تنگ نہیں کیا تھا، لیکن کچھ عرصہ پہلے آنے والے شدید طوفان نے پہاڑ کے اس حصے کو مکمل طور پر تباہ کر دیا تھا۔ مٹی کے بڑے بڑے تودے گرنے سے اس غار کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔

کئی بندر ان تودوں کی زد میں آ کر ہلاک ہوئے۔ جو بندر باقی بچے تھے، ان کا اب کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ جھاڑی دار جنگل میں آ تو گئے تھے، مگر کھانے پینے کے سلسلے میں انھیں شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

ایک دن کھانے کی تلاش میں چند بندر ڈرتے ڈرتے نور پور بستی کی طرف نکل آئے۔ وہاں انھیں کھانے کی کئی عمدہ چیزیں ملیں۔ چناں چہ آہستہ آہستہ انھوں نے کھانے پینے کی چیزوں کے حصول کے لیے نور پور بستی کا رُخ کرنا شروع کر دیا۔ اب یہ بندر نور پور بستی والوں کے لیے پریشانی کا سبب بن گئے تھے۔

ایک روز بستی کا ایک نوجوان کسی ضروری کام سے دوسری بستی جا رہا تھا۔ وہ جنگل والے راستے پر سے گزر رہا تھا کہ اچانک اسے قریبی درختوں پر کچھ بندر بیٹھے نظر آئے۔ اسے ان بندروں سے سخت چڑ تھی۔ انھوں نے کچھ دن پہلے اس کے دوست کی سبزی کی

دکان کو لوٹ لیا تھا۔ نوجوان کے پاس بندوق تھی، جو وہ حفاظت کی غرض سے ساتھ لایا تھا۔ اس نے بندوق کندھے سے اُتاری اور ایک بندر کا نشانہ لیا۔ وہ اپنے خیال میں ایک بندر کا نشانہ لے رہا تھا اور بے دھیانی میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اچانک وہ اپنے پیچھے دلدل میں جا پھنسا۔ اس اچانک حادثے سے وہ بُری طرح گھبرا گیا۔ اپنے بچاؤ کے لیے اس نے ہاتھ پاؤں مارے۔ مدد کے لیے زور زور سے چلّایا، مگر سب بے سود رہا۔ وہ آہستہ آہستہ دلدل میں دھنستا چلا جا رہا تھا۔ اسے اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ بندر درختوں پر بے چینی سے پہلو بدل رہے تھے۔ کوئی اسے بچانے نہ آسکا۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ ڈوبتے ڈوبتے اس نے درخت پر سے ایک آدمی کے قد کے برابر بندر نما انسان کو چھلانگ لگاتے دیکھا۔

بندر نما انسان نے ایک بڑی سی لکڑی نوجوان کی طرف بڑھائی، جسے اس نے بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا اور آخر وہ اس کی مدد سے کسی نہ کسی طرح دلدل سے باہر نکل آیا۔ وہ کافی دیر پڑا سستاتا رہا۔ اس کی بندوق قریب ہی دو ٹکڑوں میں تقسیم پڑی تھی۔ بستی واپس آکر اس نے یہ واقعہ تمام لوگوں کو بتایا تو کسی نے اس کی بات پر یقین نہ کیا کہ اس کو بچانے والا بالکل انسانی شکل کا بندر نما لڑکا تھا۔

نور پور بستی کے لوگوں نے شہر سے جن شکاریوں کو بلایا تھا، وہ آ چکے تھے۔ شکاریوں کا سربراہ ایک نامی گرامی شکاری تھا۔ وہ بندروں کو پکڑنے میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ وہ برسوں سے یہ کام کر رہا تھا۔ ایک صبح بندروں کے ایک گروہ نے بستی کی ایک دکان پر حملہ کیا تو شکاری اور اس کے ساتھیوں نے پہنچنے میں دیر نہ لگائی۔ بندر تعداد میں

سات تھے۔ ان کا سرغنہ ایک خوں خوار قسم کا بندر تھا۔ شکاری اور اس کے ساتھیوں نے کسی نہ کسی طرح اس بندر کو پکڑ کر ایک پنجرے میں بند کر دیا۔ بندر کے تمام ساتھی بھاگنے میں کام یاب ہو گئے۔ شکاری نے بستی والوں کو بتایا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دوسرے بندر اپنے سردار کو چھڑانے ضرور آئیں گے اور پھر وہ ہمارے بچھائے ہوئے جال سے نہیں بچ سکیں گے۔ شام تک کوئی بندر اپنے ساتھی کو چھڑانے نہیں آیا۔ بڑے شکاری کو کسی ضروری کام سے شہر جانا پڑا۔

اگلی صبح وہ واپس آیا تو اسے یہ بُری خبر سننے کو ملی کہ رات بندروں نے حملہ کر کے اپنے سرغنہ کو چھڑا لیا اور ایک شکاری کو زخمی بھی کر دیا۔ اس کے ساتھی شکاری نے بتایا کہ اسے چھڑانے کے لیے جو بندر آئے تھے، ان کے ساتھ بالکل انسانی شکل کا ایک نوجوان بھی تھا، جس کا انداز اور چال ڈھال بندروں جیسی تھی۔ بستی کے ایک نوجوان نے بتایا کہ چند روز پہلے اسی بندر نما لڑکے نے اس کی جان بچائی تھی۔

شکاری نے حیرت سے دہرایا: ''بندر نما لڑکا؟'' اور کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔

اگلے دن وہ اکیلا جنگل کی طرف چلا گیا۔ کئی سال پہلے بھی وہ یہاں آ چکا تھا۔ اس زمانے میں نور پور بستی سے کچھ دور ایک اور بستی میں وہ اپنی بیوی اور چھے مہینے کے بیٹے کے ساتھ ٹھیرا تھا۔ اس وقت پہلی مرتبہ اس نے اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر جنگل سے بندروں کے چھوٹے چھوٹے بچے پکڑ کر چڑیا گھر والوں کو بیچے تھے۔ اس کام میں اسے کافی منافع ہوا تو اس نے باقاعدہ شکاری بننے کا فیصلہ کر لیا۔

ابھی اسے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ اچانک ایک رات اس کا معصوم اکلوتا بیٹا گھر

سے غائب ہو گیا۔ اس نے پاگلوں کی طرح ہر جگہ اپنے بیٹے کو تلاش کیا۔ سیکڑوں لوگوں سے معلوم کروایا۔ یہاں تک کہ پیروں فقیروں کے پاس بھی گیا۔ لاکھ دعاؤں اور کوششوں کے باوجود اس کا بیٹا نہ مل سکا۔ اس کی بیوی اسی غم میں اللہ کو پیاری ہو گئی۔ اس نے قسم کھائی کہ جس ظالم نے اس کے بیٹے کو اس سے چھینا ہے، وہ اسے جان سے مار ڈالے گا۔

آج اٹھارہ سال گزرنے کے باوجود اسے اپنے بیٹے کا نشان تک نہیں ملا تھا۔

شام تک وہ جنگل میں بے مقصد گھومتا رہا۔ تھک کر وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ بندوق اس نے ایک طرف رکھ دی۔ ابھی اسے بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک چند نہایت خوں خوار بندروں نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ غافل نہیں تھا۔ اس نے فوراً اپنی بندوق اُٹھائی اور ایک بندر کو بھون ڈالا۔ ابھی وہ دوسرے کا نشانہ لے ہی رہا تھا کہ پیچھے سے کسی مضبوط انسانی ہاتھوں نے اسے جکڑ لیا۔ اس نے پوری قوت لگائی، لیکن وہ خود کو اس کی گرفت سے نہ چھڑا سکا۔ جکڑنے والے نے اچانک اسے چھوڑ دیا اور اس کی بندوق چھین لی۔

شکاری کی نظر جونہی اس بندر نما نوجوان پر پڑی تو اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ وہ ہو بہو اس کی جوانی کی تصویر تھا۔ اس نے دل میں سوچا: تو یہ ہے میرا جنگل کا راجا۔

جنگل کے راجا کی آنکھوں میں شدید غصہ تھا۔ اس نے شکاری کے سامنے بندوق کے دو ٹکڑے کر دیے۔ دوسرے بندر شکاری پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے، لیکن اس نوجوان نے ان کی زبان میں ان سے کچھ کہا تو وہ پیچھے ہٹ گئے۔ شکاری حیرت کی تصویر بنا اس نوجوان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ وہی اس کا کھویا ہوا بیٹا ہے۔

ابھی وہ کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ نوجوان نے بندوق کے ٹکڑے اس کے

سامنے پھینکے اور اپنے ساتھی بندر کی لاش اُٹھا کر جنگل کے ایک راستے پر چلا گیا۔

شکاری کافی دیر گم صم کھڑا رہا، پھر وہ بستی واپس لوٹا تو رات ہو چکی تھی۔ شکاری کے ساتھی اس کی طرف سے کافی پریشان تھے۔ وہ ساری رات پریشانی کی وجہ سے جاگتا رہا۔ اسے یاد آیا کہ اٹھارہ سال پہلے جب اس نے جنگل کے آخری سرے پر واقع پہاڑی غار والے حصے سے اپنے دوست کی مدد سے یہاں سے چند بندروں کے بچے پکڑے تھے تو ایک بندریا کے بچے کو اس سے چھیننے کے لیے انھوں نے بندریا کو بے ہوشی کا انجکشن لگایا تھا اور جب اس کا بچہ اس سے چھیننا چاہا تو دوا کے زیر اثر ہونے کے باوجود بندریا نے اپنا بچہ اسے نہ لینے دیا۔ جنون کے عالم میں اس نے اپنے تیز نوکیلے پنجوں سے اسے زخمی بھی کر دیا، مگر وہ زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکی اور اس نے بچہ بندریا سے چھین لیا۔

بے ہوش ہونے سے پہلے اس کی آنکھوں میں بے پناہ غصہ اور بے بسی تھی۔ اس واقعے کے ٹھیک ایک ہفتے بعد اس کا بیٹا رات کو گھر سے غائب ہو گیا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اغوا کرنے والا اندر کیسے آیا اور باہر کیسے گیا، کیوں کہ دروازے اندر سے بند تھے۔ اب اس نے کڑی سے کڑی ملائی تو اسے یاد آیا کہ گھر کی صرف ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی تھی اور اس میں سے کوئی انسان نہیں گزر سکتا تھا، صرف کوئی بچہ یا بندر گزر سکتا تھا۔

صبح تک وہ ایک فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے شہر سے بہت سے ہتھیار بردار تربیت یافتہ شکاری بلوائے اور پھر ان کے ساتھ جنگل کی طرف چل نکلا۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے جنگل کا چپا چپا چھان مارا۔ کئی بندر پکڑے گئے، لیکن جنگل کے راجا کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔

بڑے شکاری کے دل میں غصے اور نفرت کے طوفان اُٹھ رہے تھے۔ اٹھارہ سال پہلے جس بندریا نے اس کے بیٹے کو اس سے چھینا تھا، وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا اور اپنی بندوق کی ساری گولیاں اس کے سینے میں اُتارنا چاہتا تھا۔ وہ اس کی بیوی کی موت کی ذمے دار بھی تھی۔ رات آرام سے گزری۔ اگلی صبح اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ تلاش کا کام شروع کر دیا۔ دوپہر تک وہ بندروں کے نئے ٹھکانے کا سراغ لگانے میں کام یاب ہو گئے۔

بڑی جدوجہد اور مہارت سے انھوں نے کافی بندروں کو قابو میں کیا۔ جنگل کا راجا اپنے ساتھیوں کی خاطر آخر دم تک لڑتا رہا، لیکن جدید ہتھیاروں اور شکاریوں کی مہارت کے سامنے وہ بے بس ہو گیا۔ جنگل کا راجا ایک بوڑھی بندریا کو بچانے کی آخری کوشش کر رہا تھا۔

شکاری کو یہ سمجھنے اور پہچاننے میں دیر نہ لگی کہ یہ وہی بندریا ہے، جس نے اس کے بیٹے کو اغوا کیا تھا۔ اس نے اپنی بندوق سیدھی کی اور بندریا کا نشانہ لیا جس نے اس کا ہنستا بستا گھر اُجاڑ دیا تھا۔ بندریا نے اسے دیکھا تو چپ چاپ اپنی جگہ کھڑی رہی۔ شکاری نے ٹریگر پر اُنگلی رکھی۔ اٹھارہ سال پہلے اس کا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا، جب اس نے بندریا سے اس کا معصوم بچہ چھینا تھا۔

اسے اچانک احساس ہوا کہ اگر اس بندریا نے اس کا معصوم بچہ چھینا تو اس نے بھی اس بے چاری کی ممتا کی ماری سے اس کا بچہ چھین کر شہر میں چند روپوں کی خاطر بیچ دیا تھا۔ اس بندریا نے تو پھر بھی اس کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنا کر رکھا تھا، مگر میں نے تو اس کی جگر گوشے کو اس سے دور شہر کے ایک چڑیا گھر میں قید کروا دیا تھا، یہ سوچے بغیر کہ اس کی ماں پر کیا بیتے گی۔

شکاری نے بندوق نیچے کر لی اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تمام بندروں کو دور جنگل کے ہرے بھرے اور مخصوص حصے میں چھوڑ دیا جائے، تاکہ انھیں خوراک کی پریشانی نہ ہو اور وہ آیندہ بستی کا رُخ نہ کریں۔ جنگل کے راجا کو اس کی ماں کے حوالے کر دیا جائے۔ تمام شکاری حیران تو ہوئے، مگر کوئی بولا کچھ نہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بستی واپس آ گیا۔ اسے احساس ہو چکا تھا کہ ظالم بندریا نہیں، بلکہ وہ خود ظالم ہے۔ وہ اب دوبارہ اس کا بچہ چھیننا نہیں چاہتا تھا۔

اگلی شام وہ نور پور بستی میں اپنے کوارٹر میں موجود تھا کہ اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے دیکھا تو جنگل کا راجا اور وہی بندریا کھڑے تھے۔ بندریا نے ایک نظر اسے دیکھا اور اس کے بیٹے کو وہیں چھوڑ کر جنگل کی طرف چلی گئی۔ شکاری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے اپنے بیٹے کو گلے لگا لیا۔ اس کا دل اس بے زبان جانور، اپنی محسنہ بندریا کا شکر گزار تھا، جس نے اس کی دنیا اسے لوٹا دی تھی۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۸۳ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- اپریل ۲۰۱۷ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

خوش ذوق نونہالوں کے پسندیدہ اشعار

بیت بازی

شانِ معراج سے بس یہ عُقدہ کھلا
مرکزِ عشق ہیں خاتم الانبیاً

شاعر: رانا بگھوان داس بگھوان پسند: نوید جنید ناصر، کراچی

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

شاعر: مرزا غالب پسند: خرم خان، نارتھ کراچی

انیس دم کا بھروسا نہیں ٹھیر جاؤ
چراغ لے کر کہاں سامنے ہوا کے چلے

شاعر: میر انیس پسند: محمد اویس دانش خانزادہ، بے نظیر آباد

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی
پروانے کو تپش دی، جگنو کو روشنی دی

شاعر: علامہ اقبال پسند: اُسامہ اکرم، خیر پور ٹامیوالی

نام اللہ و رسولؐ اب تو میں کم سنتا ہوں
پہلے رائج تھے یہ الفاظ مسلمانوں میں

شاعر: اکبرالٰہ آبادی پسند: حافظ محمد اشرف، حاصل پور

واعظو! آتشِ دوزخ سے جہاں کو تم نے
یوں ڈرایا ہے کہ خود بن گئے ڈر کی صورت

شاعر: مولانا الطاف حسین حالی پسند: ارسلان اللہ خان، حیدرآباد

نوعِ بشر کو عزت، عظمت، قوت دینے والے ہیں
جن چہروں پر گرد جمی ہے، جن ہاتھوں پر چھالے ہیں

شاعر: سید ضمیر جعفری پسند: شیخ محمد حسن رضا عطاری

گل کی طرح بلند ہیں سب حوصلے میرے
کشتی بھنور میں آئی ہے کردار تو نہیں

شاعر: افتخار عارف پسند: ثمینہ فرخ، پنڈ دادن خان

جس کو طوفان سے اُلجھنے کی ہو عادت محسن
ایسی کشتی کو سمندر بھی دعا دیتا ہے

شاعر: محسن نقوی پسند: وجیہہ احمدانی

ان کو خوشیاں ملیں اور مجھ کو ملے رنج و الم
میرے حصے میں بہت قیمتی مال آیا ہے

شاعر: شاہ نواز سواتی پسند: فاطمہ مبین، اسلام آباد

بیج نفرت کے زمینوں میں وہی بوتا ہے
جس نے انسان کو بیلوں کی جگہ جوتا ہے

شاعر: نسیم عباسی پسند: محمد منیر نواز، ناظم آباد

وہ ایک درد کا گاہک ہمیں سمجھتا تھا
ہم اس کا سارا ذخیرہ خرید بیٹھے ہیں

شاعرہ: ناصرہ زبیری پسند: عاقب خان جدون، ایبٹ آباد

پتا چلا ہی نہیں چال کا پرندوں کو
وہ ذائقہ تھا شکاری کے آب و دانے میں

شاعر: مختار جاوید پسند: شائلہ ذیشان، ملیر

جو ملا کوئی نہ کوئی سبق دے گیا
اپنی زندگی میں ہر شخص استاد نکلا

شاعر: تنہا عباس پسند: وجیہہ احمدانی، میر پور خاص

گہرا رشتہ

جدون ادیب

جام نگر کے سارے بڑے بڑے حکیم نواب صاحب کا مسئلہ حل نہ کر سکے تو انھوں نے شانتی نگر کے مہاراجا سے ان کے دربار کے معروف حکیم کو بھیجنے کی درخواست کی۔ مہاراجا نے بڑے حکیم کو نواب صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔

حکیم صاحب حاضرِ خدمت ہوئے اور نواب صاحب کا مسئلہ دریافت کیا۔ نواب صاحب بہت پریشان تھے، مگر انھوں نے اپنا وقار برقرار رکھا اور دھیمے لہجے میں بولے: ''حکیم صاحب! آج سے دو ہفتے پہلے ہم نے اپنی ریاست میں ایک شان دار جشن اور دعوتِ عام کا اہتمام کیا تھا۔ اصل میں شاید آپ کے علم میں نہ ہو کہ دس سال قبل ایک نمک حرام ملازمہ ہمارے لختِ جگر کو لے بھاگی تھی۔ جنگل میں اس نے بیر سمجھ کر زہریلا پھل کھا لیا اور اپنی بہن کے پاس پہنچ کر مر گئی۔ مرنے سے پہلے اس نے اشارے سے بہن کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ننھے نواب کو ہم تک پہنچا دے، مگر اس کی بہن سمجھی کہ شاید وہ اس کی بہن کی اولاد ہیں اور اس کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بچے کو بڑے ہونے پر نواب صاحب کی خدمت میں پیش کر دے۔''

نواب صاحب چند لمحے کے لیے رُکے کہ شاید حکیم صاحب کچھ کہیں، مگر وہ چپ رہے تو نواب صاحب نے دوبارہ کہنا شروع کیا: ''ہم نے اپنے لختِ جگر کی تلاش میں نہ صرف اپنی جاگیر بلکہ اردگرد کی ریاستیں بھی چھان ماریں، مگر ناکامی ہوئی۔ قصہ مختصر اس عورت کو ایک ضرورت ہمارے محل لائی تو نواب بیگم نے اپنے بچے کو پہچان لیا۔ تب حقیقت کھلی اور ہم نے اپنے ولی عہد کو حاصل کر لیا۔''

''ہونہہ.....'' حکیم صاحب نے ہنکارہ بھرا: ''نواب صاحب! مسئلے کا پس منظر

تو سمجھ میں آ گیا، مگر اصل مسئلہ کیا ہے...... یہ آپ نے نہیں بتایا! لگتا ہے، بچہ نئے ماحول سے مانوس نہیں ہو سکا؟''

نواب صاحب پریشان لہجے میں بولے: ''نہیں، یہ بات نہیں۔ چوں کہ بچے کو بتا دیا گیا تھا کہ اس کی ماں مر چکی ہے اور پرورش کرنے والی خالہ ہے تو اسے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس کے ماں باپ نہ صرف زندہ ہیں، بلکہ وہ ایک نواب زادہ بھی ہے۔ شروع کے کچھ دن وہ بہت خوش رہا، پھر اچانک اس کی طبیعت میں بے زاری پیدا ہوگئی اور اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔''

حکیم صاحب کچھ دیر سوچتے رہے، پھر وہ طبی معائنے کے لیے چھوٹے نواب کے کمرے میں پہنچے تو لڑکا ان کو پریشان حالت میں لیٹا نظر آیا۔ دو خادمائیں پنکھا جھل رہی تھیں۔ سرہانے پھل اور کھانے پینے کی اشیا کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی، کچھ سوال پوچھے اور پھر ایک نتیجے پر پہنچ گئے۔ انھوں نے نواب صاحب سے کہا کہ وہ بچے کو کچھ دن کے لیے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔

نواب صاحب نے اُلجھے ہوئے انداز میں اجازت دے دی اور بے چینی سے ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ دو ہفتے بعد حکیم صاحب واپس آئے اور کارگزاری نواب صاحب کے گوش گزار کی۔

''نواب صاحب! طبی معائنے کے بعد ہم اس نتیجے پر تو پہنچ گئے تھے کہ بچے کو کوئی جسمانی عارضہ نہیں، اس کا مسئلہ دوسرا ہے، جو عام حکیم نہیں سمجھ سکے تھے۔ اصل میں بچے نے اپنی عمر کے دس سال ایک غریب بچے کی طرح گزارے تھے۔ وہ اپنے خالو کی طرح کمہار بننا چاہتا تھا۔ مٹی کے ساتھ اس کا بہت گہرا رشتہ پیدا ہو گیا تھا اور ویسے بھی بچے مٹی میں کھیلتے ہیں، مگر یہاں بچے کو ایک الگ ماحول ملا اور وہ مٹی کے تعلق سے محروم ہو گیا۔ ہم جب اسے اپنے ساتھ لے گئے

تو اس کی وجہ یہی تھی کہ اس کو وہی ماحول دے دیں جو اس کے ذہن میں بسا ہوا تھا۔''

نواب صاحب پوری توجہ سے حکیم صاحب کی بات سن رہے تھے۔ حکیم صاحب دوبارہ بولے: ''نواب صاحب! بچوں کی شخصیت کی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ ان میں احساسِ برتری نہ ہو۔ ان کو دوستانہ ماحول ملے اور پھر یہ ایسے بچے کے لیے زیادہ ضروری ہے، جس نے اپنی عمر عام بچوں کی طرح گزاری ہو۔ میں اپنے مقصد میں کام یاب رہا اور چھوٹے نواب زندگی کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ بس آپ کو اب وہی کرنا ہوگا، جو ہم کہیں گے۔''

''نہیں آپ کی بات سے اتفاق ہوگا۔'' نواب صاحب جلدی سے بولے۔

''بہت شکریہ۔'' حکیم صاحب خوش ہو کر بولے: ''ہم نے محل کے نزدیک ایک مکتب میں ان کا داخلہ کروا دیا ہے، جہاں وہ عام بچوں کے ساتھ پڑھیں گے اور وہ ایک مجسمہ ساز سے مٹی کے کھلونے بنانا سیکھیں گے۔ آپ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں اور اپنی آنکھوں سے ہماری حکمت عملی دیکھیں۔''

نواب صاحب، حکیم صاحب کے گھر پہنچے تو انھوں نے نواب صاحب کو پردے کے پیچھے بٹھا دیا اور چھوٹے نواب کو بلوایا۔ جب لڑکا آیا تو حکیم صاحب نے اس سے پوچھا: ''ہاں بھئی لڑکے! ساری جڑی بوٹیاں پیس دیں؟ کوئی گڑ بڑ تو نہیں کی؟''

''نہیں حکیم جی!'' لڑکا پُر اعتماد لہجے میں بولا: ''سارا کام ٹھیک سے کر دیا ہے۔''

''شاباش!'' حکیم صاحب نے کہا: ''دیکھو! میں نے تمھارا داخلہ مکتب میں کر دیا ہے۔ حال آنکہ وہ داخلہ نہیں کر رہے تھے کہ پتا نہیں نیا طالب علم محنت کرے گا کہ نہیں......''

''آپ بے فکر رہیں حکیم جی!'' لڑکا جلدی سے بولا: ''میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔''

''ٹھیک ہے، اور ذہن میں رکھنا کہ تمھیں عام لڑکوں کی طرح پڑھنا پڑے گا۔ یہ نہ ہو کہ سب پہ رُعب جماؤ کہ میں نواب صاحب کا بیٹا ہوں۔'' حکیم صاحب نے سختی سے کہا۔

''ایسا نہیں ہوگا۔'' لڑکا ذرا رک کر جھجکتے ہوئے بولا: ''حکیم جی! وہ میرے دوسرے کام کا کچھ ہوا؟''

حکیم صاحب سر ہلا کر بولے: ''آج کا دن اچھا ہے۔ ایک مجسمہ ساز تمھیں کام سکھانے پر راضی ہوگیا ہے۔ کمہار تو یہاں نہیں ہوتے، تم بچوں کے کھلونے بنانا سیکھ لو، پھر ان پر نقش و نگار بنا کر ان کو فروخت کر سکتے ہو۔''

''ہاں، میں یہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت دل چسپ کام ہے۔'' لڑکا مسکرایا۔

''اچھا تم نے کھانا کھایا؟'' حکیم صاحب نے پوچھا۔

''جی نہیں۔'' لڑکے نے کہا اور پھر بے ساختہ پوچھا: ''آج کیا پکا ہے؟ کل کڑھی تو بہت مزے دار تھی۔''

''آج بھگاری دال ہے اور پودینے کی چٹنی بھی......''

لڑکے کے منھ میں پانی بھر آیا، وہ جھجکتے ہوئے بولا: ''کیا ساتھ میں لسّی ملے گی؟''

''دیکھتا ہوں، شاید میسر آ جائے۔'' حکیم صاحب نے کہا اور لڑکے کو کھانے کے لیے اندر بھیج دیا۔

نواب صاحب پردے کے پیچھے سے نکلے اور حکیم صاحب کو گلے لگا لیا اور بولے: ''ہم آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول پائیں گے۔ مہاراجا شانتی نگر نے ہمیں زیرِ بار کر دیا۔'' حکیم صاحب مسکرانے لگے۔

☆☆☆

پھولوں کا موسم

رفیع یوسفی محرم

کرنیں پھوٹیں ، سورج نکلا
بادل سمٹے ، ہُوا اُجالا
دھوپ بھی پھیلی اُجلی اُجلی
موسم بدلا ، رُت بھی بدلی
ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آئے
پیڑوں پر ہریالی لائے!
غنچے پھوٹے ، کونپل نکلی
پَر پھیلائے آئی تتلی
کلیاں چٹکیں ، کِھلی چنبیلی
بھینی بھینی خوش بو پھیلی
چڑیا بولی ، بلبل چہکی
کوئل کُوکی ، مینا لہکی
توتے ٹیں ٹیں کرتے بولے
اُڑنے کو پَر اپنے کھولے
محرم نے بھی یاد کرایا
پھولوں کا اب موسم آیا

انجان محسن

سیدہ فاطمہ تحریم

تقریباً ہر منظر وہی تھا۔ ایسا لگتا تھا، ابھی کل ہی کی بات ہو۔ اگر چہ ان پچیس سالوں میں بہت کچھ بدل گیا تھا، مگر وہ منظر تو آج بھی ان آنکھوں کے دریچوں میں محفوظ تھا۔ ہر سال آج کے دن وہ اس چوک پر آتا تھا۔ ایک انجانی کشش تھی، جو اسے کھینچ لاتی تھی۔ ان پچیس سالوں میں اس نے اپنے محسن کا کتنا انتظار کیا تھا۔ شاید محسن ایسے ہی ہوتے ہیں۔ احسان کر کے بھول جانے والے، مگر وہ تو احسان فراموش نہیں تھا۔ زندگی کے آخری لمحے تک اپنے محسن کا انتظار کر سکتا تھا۔

کئی گھنٹوں سے پیدل چلتے چلتے وہ تھک چکا تھا، اس لیے قریب لگی بینچ پر آ بیٹھا۔ پچیس سال پرانا منظر کسی فلم کی مانند اس کی یادداشت میں آج بھی محفوظ تھا۔ وہ دنیا جہان سے بے نیاز بینچ کی پُشت کے سہارے آنکھیں موند کر بیٹھ گیا۔

وہ ایک اٹھارہ اُنیس سال کا لڑکا تھا۔ اس کی جیب میں کل دو سو روپے تھے۔ یہ روپے اس کی بوڑھی ماں نے ایک ایک پیسہ جمع کر کے جوڑے تھے۔ ان پیسوں سے بہت سے لوگوں کی اُمیدیں جڑی تھیں۔ بوڑھی ماں، چھوٹے بہن بھائی، معذور باپ سب کی آنکھوں میں ایک آس تھی۔ اگر آج ہمارے خواب پورے نہیں ہوئے تو کیا ہوا۔ ان پیسوں سے بھائی کا مستقبل تو سنور جائے گا۔ پھر ہمارے سارے خواب پورے ہو جائیں گے۔

''گاؤں میں رہنے والے ایک معمولی کسان کا بیٹا ڈاکٹر بننے چلا ہے۔'' چودھری کو جب پتا چلا تو اس نے کتنا تمسخر اُڑایا تھا۔

زندگی کی سختیاں ہی انسان کو اس کی منزل تک پہنچاتی ہیں، مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان ہمت سے ان سختیوں کا مقابلہ کرے۔

گاؤں سے شہر آتے ہوئے دورانِ سفر کسی جیب کترے نے اس کی جیب کاٹ لی تھی۔ کاش، کوئی اسے بتاتا کہ ان چند روپوں سے کتنے لوگوں کی خوشیاں جڑی ہوتی ہیں۔

اب اس کے پاس دو راستے تھے یا تو اپنے ضمیر کو مار کر بھیک مانگے یا پھر مایوس ہو کر واپسی کی راہ لے۔

اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اپنے ماں، باپ، بہن بھائی کے چہرے آجاتے تھے۔ ان کی معصوم آنکھوں میں ارمان تھے، خواب تھے اور دعائیں تھیں۔ اس نے اللہ سے دعا کی: ''اے پروردگار! تیرا یہ گناہ گار بندہ تیرے در پہ ایک التجا لے کر آیا۔ میری مدد فرما۔ اے میرے مالک! میری مدد فرما۔''

دعا مانگ کر اسے کچھ سکون ملا تھا۔ اب وہ مسجد کے صحن میں بیٹھا آسمان پر اُڑتے پرندوں کو دیکھ رہا تھا۔ نزدیک بیٹھے شخص نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''مجھے کچھ پریشان لگتے ہو؟'' انھوں نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''میں نے اپنی پریشانی اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کر دی ہے۔ اب وہی میری پریشانی کا حل نکال دیں گے۔'' اس نے دوبارہ آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''ممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی تمھاری پریشانی کا حل تلاش کرنے کے لیے بھیجا ہو۔''

''کیا ایسا ہو سکتا ہے؟'' اس نے حیرت سے پوچھا: ''کیا آپ کو واقعی اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے میری مدد کے لیے؟''

وہ مسکراتے ہوئے بولے: ''برسوں پہلے میں بھی اسی طرح اُداس بیٹھا اللہ تعالیٰ

کو اپنی پریشانی کا حال سنا رہا تھا۔ ان سے دعا مانگ رہا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے میری مدد کے لیے اپنے ایک بندے کو مقرر فرمایا۔ شاید آج وہ اعزاز مجھے مل جائے۔ میں ہر سال اُس محسن کی تلاش کرتا ہوں، تا کہ اس کا شکریہ ادا کرسکوں، مگر آج تک وہ شخص ملا ہی نہیں۔ اس کی ایک امانت ہے میرے پاس، وہ واپس کرنی ہے...... خیر تم مجھے اپنا مسئلہ بتاؤ، شاید میں تمھارے کسی کام آسکوں؟''

ان کے اس دوستانہ انداز سے متاثر ہو کر اس نے اپنے دکھ بھرے حالات سے آگاہ کر دیا۔

''یہ لو۔'' انھوں نے پوری تفصیل سننے کے بعد جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کی جانب بڑھا دی۔

''نہیں، نہیں میں یہ نہیں لے سکتا۔'' اس نے دور ہٹتے ہوئے کہا۔

''کیوں نہیں لے سکتے! یہ تمھارے ہیں۔'' انھوں نے رپے اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میرے کیسے ہیں! میں تو آپ کو جانتا تک نہیں اور نہ میں نے آپ کو یہ پیسے کبھی دیے تھے۔'' اس نے حیرانی سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''کسی نے دیے تھے، تمھیں دینے کے لیے۔ اب یہ تمھارا فرض ہے کہ جب تم پڑھ لکھ کر کسی قابل ہو جاؤ تو یہ امانت کسی اور ضرورت مند تک پہنچا دینا۔'' انھوں نے پیسے زبردستی اس کی جیب میں ڈال دیے اور اسے حیرت میں مبتلا چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

اس انجان محسن کے احسان کی بدولت کل کا یاور آج ڈاکٹر یاور بن چکا تھا، اس ملک کا بہترین امراضِ قلب کا ماہر۔ وہ ہر سال اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنے اس مقام پر

آتا تھا، مگر ان پچیس سالوں میں وہ اسے کبھی ملے ہی نہیں تھے۔

اب شام ہونے کو آئی تھی، پرندوں نے بھی اب واپسی کی راہ لی تھی۔ اس نے ایک نظر پرندوں پر ڈالی اور مسکراتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

''سر! پلیز، ہماری مدد کیجیے۔'' وہ اپنی کار میں ایک بڑی شاہراہ سے گزر رہا تھا کہ ایک بیس بائیس سالہ نوجوان نے اسے لفٹ کا اشارہ کیا۔

''سر! کوئی ہماری مدد نہیں کر رہا۔ مہربانی ہوگی، آپ ہی انسانیت کے ناطے ہماری مدد کر دیجیے۔'' اس نوجوان کے شائستہ لب و لہجے نے اسے متاثر کیا تھا۔ اس نے اپنا سر جھٹکتے ہوئے مسئلہ دریافت کیا۔

''سر! میرے والد صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور وہ وہاں گاڑی میں موجود ہیں۔ ہماری گاڑی اسٹارٹ نہیں ہو رہی ہے۔ براہِ مہربانی ہماری مدد کیجیے۔'' اس نے

قریب ہی کھڑی گاڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، چلو۔'' وہ بھی گاڑی سے اُتر کر اس نوجوان کے پیچھے چل پڑا۔ کار کا اگلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اگلی سیٹ پر بیٹھے سینے پر ہاتھ رکھے درد سے کراہتے ہوئے شخص کو دیکھ کر وہ چونک اُٹھا۔ جھریوں کے پیچھے چھپے اس مہربان چہرے کو وہ بھول بھی کیسے سکتا تھا۔ اس نوجوان کی مدد سے اس نے انھیں اپنی گاڑی تک منتقل کیا اور اسپتال کی جانب روانہ ہوگیا۔

''آپ کے والد صاحب کی اوپن ہارٹ سرجری ہوگی۔ جو بروقت کروانا بہت ضروری ہے، کیوں کہ ان کے دل کے دو والو (VALVE) مکمل اور تیسرا جزوی طور پر بند ہو چکا ہے۔'' ڈاکٹر یاور نے رپورٹ دیکھتے ہوئے کہا۔

''مگر اس میں تو بہت خرچ آئے گا اور ہم اتنی جلدی......''

''آپ کے والد کے آپریشن کا سارا خرچ میں اُٹھاؤں گا۔'' ڈاکٹر یاور نے فائل رکھتے ہوئے کہا۔

''مگر......'' اس نے کچھ کہنا چاہا، مگر ڈاکٹر یاور نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا اور کہا: ''ان کا کچھ قرض ہے مجھ پر، وہ تو نہیں اُتار سکتا، اگر میں اس طرح ان کی تکلیف دور کرنے کا باعث بن جاؤں تو میرے لیے اعزاز کی بات ہوگی۔''

اس نوجوان نے ناسمجھی سے گردن ہلا دی۔

...... ☆ ...... ☆ ......

''میں آپ کا شکر گزار ہوں ڈاکٹر صاحب! میرے بیٹے نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔'' ڈاکٹر یاور آپریشن کے بعد اپنے محسن سے ملنے آئے تو وہ بے تحاشا شکر گزار ہو رہے تھے۔

''نہیں، شکریہ تو مجھے آپ کا ادا کرنا ہے۔'' ڈاکٹر یاور نے عقیدت سے ان کا ہاتھ چوم لیا۔

''آپ میرے محسن ہیں۔ یاد کریں، آج سے پچیس سال پہلے آپ نے ایک بے بس نوجوان کی مدد کی تھی۔''

انھوں نے دھیرے سے آنکھیں بند کر کے ذہن پر زور ڈالنے کی کوشش کی، پھر آنکھیں کھولتے ہوئے کہا: ''بیٹا! مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔ ایسے کئی نوجوان میری زندگی میں آئے ہیں، مگر اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، کچھ یاد ہی نہیں رہتا۔''

''اچھی بات ہے۔ دینے والا ہاتھ اگر بھول بھی جائے تو لینے والے ہاتھ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔'' ڈاکٹر یاور نے ایک بار پھر عقیدت سے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور نرس کو ہدایت دیتے ہوئے دوسرے وارڈ کی جانب بڑھ گئے۔ ☆

باوفا

حافظ وقار عثمان

وہ سردی سے بُری طرح ٹھٹھر رہا تھا۔ اس کا گھر ایک نالے کے پہلو میں بنا ہوا بڑا سا سوراخ تھا۔ ایک حادثے میں وہ اپنی ماں سے بچھڑ چکا تھا۔ اس کے بعد اس کا کوئی مستقل ٹھکانا نہیں رہا۔ جہاں اسے رہنے کی مناسب جگہ ملی، ادھر ہی اس نے اپنا مسکن بنالیا۔ چند دن قبل اسے ایک نالے کے پہلو میں ایک بڑا سا سوراخ نظر آیا۔ سخت سردی میں جب وہ اس کے اندر گھسا تو اسے وہاں بڑا سکون محسوس ہوا۔ یہ سوراخ نہ زیادہ کشادہ تھا، نہ زیادہ تنگ تھا۔ سردی سے بچنے کے لیے یہ جگہ اسے بڑی بہترین لگی۔ وہ دن اور رات کا اکثر حصہ یہاں گزارنے لگا۔

ایک رات موسم اچانک خراب ہوگیا۔ آسمان پر بادل زور زور سے گرجنے اور بجلیاں چمکنے لگیں۔ یہ منظر اس نے آج پہلی بار دیکھا تھا، اس لیے وہ ڈر کے مارے سہم کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد بارش برسنے لگی۔ بارش سے ٹھنڈ میں اضافہ ہونے لگا۔ اگر معاملہ صرف ٹھنڈ تک محدود رہتا تو قابلِ برداشت تھا، لیکن بارش سے نالے کا پانی بھی بڑھنے لگا تھا۔ پانی بڑھتے بڑھتے سوراخ میں داخل ہونے لگا۔ جب بارش کا پانی سوراخ میں داخل ہونا شروع ہوا تو اس وقت اس کے لیے اندر ٹھیرنا ناممکن ہوگیا تھا، اس لیے وہ اب مجبوراً سوراخ سے باہر آ گیا۔ اب اسے بارش سے محفوظ کسی پناہ گاہ کی تلاش تھی۔ سردی سے اس کا جسم بُری طرح کانپ رہا تھا۔ اس نے مشکل سے گرتے پڑتے نالے کو عبور کیا۔ اس کا رُخ سامنے بستی کی طرف تھا۔ وہ چلتے چلتے بستی کے قریب پہنچ گیا، لیکن اس کا جسم سردی

سے اکڑنے لگا۔ اب اس کے لیے چلنا دشوار ہو چکا تھا۔ وہ اب ایک بستی میں داخل ہو چکا تھا۔ کئی ایک دروازوں کی طرف منھ کر کے وہ زور سے چلایا، لیکن اس کے لیے کوئی دروازہ نہیں کھلا۔ اس کی ہمت جواب دے چکی تھی۔ آخر چلتے چلتے وہ سردی سے بے حال ہو کر گر پڑا۔ موت اسے اپنے قریب آتی محسوس ہوئی۔ اس کی آنکھوں کے گرد اندھیرا چھا چکا تھا۔

رات کا آخری پہر تھا۔ اشرف چاچا آہستہ سے اُٹھے اور بڑی احتیاط سے پاؤں اُٹھاتے ہوئے وضو خانے کی طرف چل پڑے۔ اشرف چاچا اس وقت اُٹھتے ہوئے بڑی احتیاط برتتے تھے، تاکہ گھر میں موجود افراد کی نیند خراب نہ ہو۔ وضو کے بعد انھوں نے جاے نماز بچھائی اور رب کے حضور نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ سلام پھیرنے کے بعد انھوں نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ اتنے میں انھیں گلی سے ایک پست سی آواز سنائی دی۔ یہ آواز ایک پلّے کی تھی۔ اشرف چاچا فکر مند ہو گئے کہ اس برستی بارش اور سخت ٹھنڈ میں گلی میں کیوں کھڑا ہے۔ وہ ذرا دیر کے لیے رکے کہ شاید وہ کسی کا پالتو جانور ہو اور اس کا مالک اس کی آواز سن کر اسے اپنے گھر کے اندر لے جائے۔ اچانک وہ پست آواز آنا بھی بند ہو گئی۔ اشرف چاچا یہ دیکھنے کے لیے باہر نکلے کہ وہ کہاں گیا۔ جونہی انھوں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک پلّا بے حال ان کی دہلیز پر پڑا ہے۔ وہ جلدی سے اسے اُٹھا کر گھر کے اندر لے آئے۔ انھوں نے ایک کپڑے سے پلّے کا بدن پونچھا۔ جب اس کے بدن سے ٹھنڈ دور ہو گئی تو اشرف چاچا نے اسے ایک ٹوکرے کے نیچے بند کر دیا اور ٹوکرے کے اوپر ایک گرم بوری ڈال دی، تاکہ وہ ٹھنڈ سے محفوظ رہے۔

جب دن کو سورج کی تیز دھوپ ہر طرف پھیل گئی تو اشرف چاچا نے اسے گھر سے باہر نکال دیا، تاکہ وہ جہاں سے آیا ہے، وہیں چلا جائے۔ کافی دیر بعد ان کا بیٹا گھر سے باہر کسی کام کے لیے باہر نکلا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کہیں جانے کے بجائے ابھی تک ان کے دروازے کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی دُم ہلانے لگا۔ اس نے اندآ کر اشرف چاچا کو بتایا کہ وہ تو ابھی تک دروازے کے باہر ہی بیٹھا ہے۔ اشرف چاچا نے اسے کہیں دور چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ بیٹا اسے دور ایک مقام پر چھوڑ آیا۔ یہ ترکیب بھی دھری کی دھری رہ گئی، کیوں کہ وہ شام کو پھر دروازے پر موجود تھا۔ شاید وہ یہ دروازہ کسی صورت چھوڑنے کو تیار نہیں تھا، کیوں کہ وہ اشرف چاچا کے احسان کی زنجیر میں جکڑ چکا تھا۔ وہ اپنی وفادار فطرت سے مجبور تھا۔ وہ اپنی وفاداری نبھانے کے لیے اپنی زندگی اشرف چاچا کی غلامی میں بسر کرنے کا عزم کر چکا تھا۔

اشرف چاچا تو نیکی کر کے بھول چکے تھے۔ انھیں خبر ہی نہیں تھی کہ جس پلّے کو وہ گھر سے باہر نکال رہے ہیں، وہ ان کے اس رات کے احسان کے بدلے اپنی ساری زندگی غلامی میں بسر کرنا چاہتا ہے۔ انھوں نے بیٹے کو بھیج کر اپنے ایک دوست کو بلوایا۔ ان کے دوست کے پاس بڑی تعداد میں بھیڑ اور بکریاں موجود تھیں۔ پلّے کو ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا: ''اس کو گھر میں رکھ لو۔ ذرا بڑا ہو کر تمھاری بھیڑ اور بکریوں کی حفاظت کرے گا۔ اس کو کچھ عرصے اپنے گھر باندھ کر رکھنا، تاکہ یہ وہاں رہنے کا عادی ہو جائے اور میرے گھر نہ لوٹے۔''

اب اس کے شب و روز اس شخص کے گھر ایک کھونٹی سے بندھے ہوئے گزرنے

لگے۔ وہ اکثر اپنے محسن اشرف چاچا کو یاد کرتا رہتا تھا، جنھوں نے اسے ایک نئی زندگی بخشی تھی۔ وہ سوچتا، اگر اس رات وہ اسے اپنے گھر لا کر سردی سے نہ بچاتے تو وہ شاید آج زندہ نہ ہوتا۔ وہ کئی ماہ گزرنے کے باوجود اپنے محسن کو نہ بھول پایا تھا۔ وہ جوان ہو چکا تھا۔ سخت گرمیوں کے دن تھے۔ ایک دن اس شخص نے اسے رسیوں سے آزاد کر کے اپنے گھر میں چھوڑ دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اب اشرف چاچا کو بھول چکا ہے، لیکن اسے کیا خبر تھی کہ وہ اب بھی اپنے اس محسن کا دل و جان سے غلام ہے۔ دوپہر کو اس کتے نے جونہی گھر کا دروازہ کھلا دیکھا تو اشرف چاچا کے گھر کی طرف بھاگ نکلا۔ اس کا دل خوشی سے مچل رہا تھا۔ اشرف چاچا کے گھر کا دروازہ دیکھتے ہی وہ خوشی سے پاگل ہونے لگا۔ اس نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا، تاکہ وہ کھل جائے، لیکن وہ تو اندر سے بند تھا۔ اب اس نے دروازے کے نیچے سے اندر جانے کی کوشش کی، لیکن نیچے سے تو اس کا سر بھی پوری طرح داخل نہ ہو سکا۔ البتہ گھر کے صحن کا منظر اسے صاف نظر آ رہا تھا۔ صحن میں دو چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک چارپائی پر اشرف چاچا سوئے ہوئے تھے اور دوسری پر ان کا بیٹا۔

اچانک کتے کی نظر ایک سانپ پر پڑی۔ وہ سانپ اشرف چاچا کے بیٹے کی چارپائی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دونوں باپ بیٹے اس سے بے خبر خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ کتے نے سانپ کو دیکھتے ہی زور زور سے بھونکتے ہوئے دروازے کو دھکیلنا شروع کر دیا۔ شور سے اشرف چاچا کی آنکھ کھل گئی۔ ان کو سخت غصہ آیا۔ انھوں نے اسے بھگانے کے لیے ایک ڈنڈا اُٹھایا اور دروازے کی طرف لپکے۔ دروازہ کھولنے سے پہلے انھوں نے ایک ہاتھ میں ڈنڈا مضبوطی سے پکڑ کر مارنے کے لیے اوپر اُٹھا لیا اور

دوسرے ہاتھ سے کنڈی کھول دی۔ اشرف چاچا کا ڈنڈا کتے کی کمر کے بجائے زمین پر جا لگا، کیوں کہ کتا ایک لمبی جست لگا کر اندر داخل ہو چکا تھا۔ بیٹے کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ شور سے بیٹے کی بھی آنکھ کھل چکی تھی، لیکن وہ بدستور چارپائی پر لیٹا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کتے کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ چیخا۔ اسے لگا کہ کتا اس پر حملہ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔

اچانک اشرف چاچا کی نظر چارپائی کے پائے سے لپٹے ایک سانپ پر پڑی۔ وہ سانپ اس کے بیٹے کو پاؤں پر کاٹنے والا ہی تھا۔ اشرف چاچا کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ان کے منھ سے بمشکل اتنا ہی نکلا: ''بیٹا! سانپ......''

اس سے پہلے کہ سانپ اس کو کاٹ لیتا، کتے نے سانپ کو دانتوں میں دبا کر زور سے ایک طرف پھینکا۔ ادھر اشرف چاچا کا ڈنڈے والا ہاتھ فوراً حرکت میں آیا۔ وہ اب کتے کے بجائے سانپ کے سر پر برس رہا تھا۔ جلد ہی اس کا کام تمام ہو چکا تھا۔ بیٹے کو سلامت دیکھ کر اشرف چاچا نے اسے گلے لگا لیا۔ ادھر کتا بھی ان کے قدموں میں سر رکھ کر دُم ہلانے لگا۔ خوشی کے مارے باپ بیٹے کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ آج اشرف چاچا کو اس سرد رات کتے کے ساتھ کی ہوئی نیکی یاد آنے لگی۔ وہ اب تک بے خبر تھے کہ جس کو وہ گھر سے زبردستی نکال کر دور بھیج چکے تھے، وہ تو ابھی تک اس گھر کا وفادار رکھوالا بننے کے لیے بے تاب ہے۔

''بیٹا! اینٹیں لاؤ۔'' اشرف چاچا نے بیٹے کو حکم دیا۔

اشرف چاچا اب خود کتے کا گھر بنانے لگے۔ اس دوران دروازے پر دستک

ہوئی۔ دروازے پر وہی دوست موجود تھا، کتا جس کے حوالے کیا گیا تھا۔ وہ معذرت کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: ''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ اتنے عرصے بعد بھی آپ کے گھر لوٹ سکتا ہے۔ میں نے آج ہی اس کو رسی سے آزاد کر دیا تھا۔''

''آپ بے فکر ہو کر چلے جائیں۔ اب اس گھر سے اس کو کوئی نہیں نکال سکتا۔''

اشرف چاچا اتنا کہہ کر پھر سے کتے کا گھر بنانے میں مصروف ہو گئے۔ ☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی ؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی ◆ با مقصد نہیں تھی ◆ طویل تھی ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔
◆ پنسل سے لکھی تھی ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی ◆ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔
◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔
◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔
◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحہ پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ ''کیا یہ چھپ جائے گی؟'' ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کے باری جلد آتی ہے ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کرا کے بھیجیے ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے، بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے ◆ قول بہت مشکل نہ ہو ◆ علم دریچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اُڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو ◆ نونہال بلا عنوان یا قسط وار کہانی نہ بھیجیں ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے، تا کہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے ◆ کتاب وغیرہ منگوانے کے لیے شعبۂ مطبوعات ہمدرد کو علاحدہ خط لکھیں ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں نا قابلِ اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے اور ہر کوپن الگ کاغذ پر چپکائیں ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔

(ادارہ)

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری ہمدرد فاؤنڈیشن کے فلاحی کاموں کا ایک حصہ ہے۔ ہر مہینے پورے پاکستان میں ہزاروں مریضوں کا فری چیک اپ کر کے فری دوائیاں دی جاتی ہیں۔ یہ فری موبائل ڈسپنسریاں کراچی، لاہور، ملتان، بہاول پور، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکھر، حیدر آباد اور آزاد کشمیر میں مستحق مریضوں کا علاج کرتی ہیں۔

کراچی کے لیے چھے گاڑیاں درجِ ذیل علاقوں میں خدمت پر مامور ہیں:

غازی آباد، گلشن بہار، اورنگی نمبر 13، قائم خانی کالونی، بلدیہ ٹاؤن، نیو کراچی سیکٹر 11-D، سیکٹر 11-F، نئی آبادی، یوسف گوٹھ، لیاری ایکسپریس وے، خدا کی بستی، کورنگی نمبر 2، کورنگی سو کوارٹرز، کورنگی نمبر 4، ونگی گوٹھ، محمود آباد، عمر گوٹھ، ایوب گوٹھ، مدرسہ انوارالایمان، سلطان آباد، مدرسہ منبع العلوم، وھیل کالونی، اکبر گراؤنڈ، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 3، شفیع محلہ (لال مسجد)، نور شاہ محلہ، مواچھ گوٹھ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 7، مشرف کالونی بلاک سی، ایف، ای اور اے روڈ، لیاقت آباد، پیلی کوٹھی، کوثر نیازی کالونی، مجید کالونی اور ملیر۔

😊 حوالدار نے تھانیدار کو فون کیا: ''جناب عالی! ہمارے علاقے میں ایک قتل ہو گیا ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کو بیلن مار کر قتل کر دیا ہے''

تھانیدار: ''کیوں، کیا وجہ تھی؟''

حوالدار: ''جناب عالی! ملزمہ نے کچن کا فرش دھویا تھا اور فرش گیلا تھا کہ اس کا شوہر باہر سے جوتوں سمیت کچن کے اندر آ گیا۔''

تھانیدار: ''ملزمہ کو گرفتار کر لیا ہے؟''

حوالدار: ''نہیں، نہیں جناب! وہ اب بھی کچن میں ہے۔ ابھی ہم نے اسے گرفتار نہیں کیا۔''

تھانیدار: ''وہ کیوں؟''

حوالدار: ''جناب! ابھی فرش گیلا ہے۔''

مرسلہ : مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل، لسبیلہ

😊 ماں: (بیٹے سے) ''تم نے پانچ روپے فقیر کو دے دیے؟''

بیٹا: ''نہیں، میں نے ٹافیاں خرید لیں اور دکان دار سے کہہ دیا ہے کہ ان پیسوں کو خیرات کر دینا۔''

مرسلہ : پرویز حسین، کراچی

😊 ایک بے وقوف کا علاج جاری تھا۔ ڈاکٹر نے پوچھا: ''طبیعت کیسی ہے؟''

مریض: ''پہلے سے زیادہ خراب ہے۔''

ڈاکٹر: ''دوا کھالی تھی؟''

مریض: ''نہیں، دوا خالی نہیں، بھری ہوئی تھی۔''

ڈاکٹر: ''نہیں، میرا مطلب تھا کہ دوا لے لی؟''

مریض: ''جی ہاں، آپ نے دی تھی تو میں نے لے لی تھی۔''

ڈاکٹر: ''بے وقوف! دوا پی لی تھی؟''

مریض: ''نہیں، دوا لال تھی۔''

ڈاکٹر: ''ارے گدھے! دوا کو پی لیا تھا؟''

مریض: ''نہیں، پیلیا تو مجھے تھا۔ ویسے ڈاکٹر صاحب! میں ٹھیک تو ہو جاؤں گا نا؟''

مرسلہ : انجیشاء کامران عزیز، نارتھ کراچی

😊 سڑک کے کنارے ایک فقیر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک آدمی اُدھر سے گزرا تو فقیر نے آواز لگائی: ''اے ٹوپی والے بابو! ذرا ادھر بھی دیکھو! اس اندھے فقیر کو بھی کچھ دیتے جاؤ۔''

مرسلہ : محمد احمد غزنوی، دیر لوئر

😊 مالک (نوکر سے): ''مجھے صبح ساڑھے چار بجے جگا دینا۔''

نوکر: ''لیکن صاحب! مجھے ٹائم دیکھنا نہیں آتا۔''

مالک: ''تم بس جگا دینا، ٹائم میں خود دیکھ لوں گا۔''

مرسلہ : اُمیمہ ریان طارق، نارتھ کراچی

😊 باپ بیٹے سے: ''تمھارے پیپر ہو گئے؟''

بیٹا: ''جی، نتیجہ بھی نکل آیا۔''

باپ: ''تو تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟''

بیٹا: ''کوئی فائدہ نہیں، کیوں کہ نئی کتابوں کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔''

مرسلہ : عریشہ عروج مغل، حیدر آباد

😊 شوہر نے بیوی سے کہا: ''میری امی آرہی ہیں، کچھ بنا لو۔''

بیوی نے منھ بنا لیا۔

کچھ دن بعد بیوی شوہر سے بولی: ''میری امی آئی ہوئی ہیں، باہر سے کچھ لے آؤ۔''

شوہر رکشا لے آیا۔

مرسلہ : مناہل آفتاب قریشی، کراچی

😊 باپ نے مرنے سے پہلے بیٹے سے اپنی آخری خواہش ظاہر کی: ''بیٹے! میری آخری خواہش ہے کہ جب میں مروں تو میری قبر وہاں ہو، جہاں زیادہ لوگ ہوں۔''

بیٹا: ''تو ٹھیک ہے، میں آپ کی قبر بس اسٹاپ کے ساتھ بنواؤں گا۔''

مرسلہ : سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

😊 ایک لڑکا شہر کے منھگے ترین ہوٹل میں گیا اور بیرے کو چند نوٹ بطور ٹپ دیے۔ بیرے نے شکریہ ادا کرنے کے بعد پوچھا: ''آپ کے لیے کون سی میز بک کروں؟''

''میں کوئی سی بھی نہیں۔'' لڑکے نے جواب دیا۔

''پھر اس ٹپ کا مقصد؟'' بیرے نے حیرت سے پوچھا۔

''مقصد صرف یہ ہے کہ آج شام میں اپنے تین دوستوں کے ساتھ آؤں گا۔ تم صرف یہ کہہ دینا کہ تمام میزیں بک ہوچکی ہیں۔'' لڑکے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مرسلہ : ملک طلحہ محمود، کراچی

😊ایک شخص نے کسی حلوائی سے مٹھائی خریدی اور اپنے بیٹے کے ہاتھ گھر بھجوادی، پھر حلوائی سے پوچھا: ''بھائی! میرے پاس پیسے نہ ہوں تو تم کیا کرو گے؟''

حلوائی نے کہا: ''میں تمھارے منھ پر تھپڑ ماروں گا۔''

وہ شخص بولا: ''بھائی! میں اس بھاؤ میں تو ساری مٹھائی خریدنے پر تیار ہوں۔''

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

😊ایک دوست دوسرے سے: ''تم نے یہ نیا موبائل فون لیا ہے؟''

دوسرا دوست: ''نہیں، اپنے دوست کا اُٹھایا ہے۔''

پہلا دوست: ''وہ کیوں؟''

دوسرا دوست: ''وہ جب بھی مجھ سے ملتا تھا، کہتا تھا، تم میرا فون کیوں نہیں اُٹھاتے؟''

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

😊ایک آدمی کے گھر کے سامنے گدھا مرا پڑا تھا۔ اس نے بلدیہ والوں کو فون کیا: ''میرے گھر کے سامنے گدھا مرا پڑا ہے، اُٹھوالیں۔''

جواب ملا: ''وہیں دفن کردو۔''

وہ آدمی کچھ دیر خاموش رہا، پھر جل کر بولا: ''دفن تو کردیتا، مگر میں نے سوچا کہ پہلے مرحوم کے خاندان والوں کو تو خبر کردوں۔''

مرسلہ : قریعہ عمر بنگش، حیدرآباد

😊ایک سائنس داں نے ایک مکھی کے پَر کاٹ دیے اور کہا کہ اُڑ جا، مگر مکھی نہیں اُڑی۔

یہ دیکھ کر اس نے لکھا: ''تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ اگر مکھی کے پَر کاٹ دیے جائیں تو وہ سن نہیں سکتی۔''

مرسلہ : نادیہ اقبال، کراچی

انعامی سلسلہ ۲۵۶

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سوا صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ اپریل ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ نماز میں .... کی تلاوت لازمی کی جاتی ہے۔ (سورۂ کوثر ۔ سورۂ اخلاص ۔ سورۂ فاتحہ)

۲۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مزار .... میں ہے۔ (بغداد ۔ دہلی ۔ لاہور)

۳۔ نشانِ حیدر کا تمغا سب سے پہلے پاک فوج کے کیپٹن .... کو دیا گیا تھا۔ (میجر راجا عزیز بھٹی ۔ میجر طفیل محمد ۔ کیپٹن محمد سرور)

۴۔ رقبے کے لحاظ سے سب سے چھوٹا اسلامی ملک .... ہے۔ (برونئی ۔ مالدیپ ۔ بحرین)

۵۔ چھلکے سمیت چاول کو .... کہتے ہیں۔ (بالی ۔ دھان ۔ بھتا)

۶۔ جارجیا براعظم .... کا ایک ملک ہے۔ اس نام کی ایک امریکی ریاست بھی ہے۔ (یورپ ۔ ایشیا ۔ افریقا)

۷۔ ''بماکو'' افریقی ملک .... کا دارالحکومت ہے۔ (مالی ۔ ملاوی ۔ روانڈا)

۸۔ مراکش کی کرنسی .... کہلاتی ہے۔ (روپیا ۔ درہم ۔ ریال)

۹۔ جرمنی کا عظیم ترین شاعر .... کو کہا جاتا ہے۔ (گوئٹے ۔ دانتے ۔ شیلے)

۱۰۔ انسان کے جسم میں سب سے بڑی بے جوڑ ہڈی .... کی ہوتی ہے۔ (پنڈلی ۔ ران ۔ ریڑھ)

۱۱۔ رومن ہندسوں میں گیارہ کے عدد کو انگریزی حروف .... سے ظاہر کرتے ہیں۔ (XI ۔ IX ۔ XL)

۱۲۔ ''DOVE'' انگریزی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (فاختہ ۔ کوئل ۔ ہدہد)

۱۳۔ اردو زبان کا شیکسپیئر .... کو کہا جاتا ہے۔ (آغا شورش کاشمیری ۔ آغا حشر کاشمیری ۔ آغا الیاس کاشمیری)

۱۴۔ ''صاحب'' کی جمع .... ہے۔ (مصاحب ۔ صاحبوں ۔ اصحاب)

۱۵۔ اردو کا ایک محاورہ یہ ہے: ''جسے اللہ رکھے اسے کون ....'' (پرکھے ۔ چکھے ۔ مارے)

۱۶۔ میر ببر علی انیسؔ کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

انیسؔ، دم بھر کا بھروسا نہیں، ٹھیر جاؤ
چراغ لے کے کہاں سامنے .... کے چلے (طوفاں ۔ ہوا ۔ آندھی)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۵۶ (اپریل ۲۰۱۷ء)

نام :

پتا :

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- اپریل ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (اپریل ۲۰۱۷ء)

عنوان :

نام :

پتا :

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ - اپریل ۲۰۱۷ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

نونہالوں کے لیے دلچسپ اور مفید کتابیں

وہ بھی کیا دن تھے

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید نے اپنے بچپن کی باتیں بڑے مزے لے لے کر بیان کی ہیں۔ اپنی شرارتوں کا ذکر کیا ہے۔ تعلیم سے لے کر کھیل تک کے واقعات بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف مزے دار اور سبق آموز ہے، بلکہ حکیم صاحب کی کام یاب شخصیت کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

صفحات : ۶۴ ——— قیمت : ۷۵ رُپے

حکیم محمد سعید کے طبّی مشورے

غذا اور صحت سے متعلق ایک عمدہ کتاب

اس کتاب میں ۲۰۰ غذاؤں اور دواؤں کے خواص بیان کیے گئے ہیں، جن میں طب مشرقی اور جدید طب، دونوں کی تحقیقات شامل ہیں۔

دسواں ایڈیشن صفحات : ۲۴۰ ——— قیمت : ۲۵۰ رُپے

پھل بولتے ہیں

پھلوں کے بارے میں مفید معلومات، خود پھلوں کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔ ایک دل چسپ کتاب جو بچوں اور بڑوں کو پھلوں کے خواص بتانے کے ساتھ ساتھ پھل کھانے کا شوق بھی پیدا کرتی ہے۔ سید رشید الدین احمد کی مقبول کتاب پھلوں کی رنگین تصاویر کے ساتھ۔

آٹھواں ایڈیشن صفحات : ۱۲۰ ——— قیمت : ۱۲۵ رُپے

عربی زبان کے دس سبق

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی کا صرف دس اسباق میں عربی زبان سکھانے کا نہایت آسان طریقہ۔ اس کے علاوہ رسالہ ہمدرد نونہال میں شائع کردہ عربی زبان سکھانے کا سلسلہ **"عربی زبان سیکھو"** بھی اس کتاب میں شامل ہے۔

صفحات : ۹۶ ——— قیمت : ۷۵ رُپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

ذوالنون - ذِی النورین

ذوالنون، حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے۔ اس سے مُراد مچھلی والے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کو ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا تھا۔ تین دن انھیں پیٹ میں رکھنے کے بعد مچھلی نے انھیں دریا کے کنارے پر اُگل دیا۔ اس واقعے کی نسبت سے آپ کو ''مچھلی والے'' کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں آپ کو 'صاحب الحوت' بھی کہا گیا ہے۔ اس کے معنی بھی مچھلی والے کے ہیں۔

ذِی النورین، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ وہ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ تھے۔ وہ عہدِ نبویؐ کے تمام غزوات میں شریک رہے، ماسوائے غزوہ بدر کے۔ غزوہ بدر کے موقع ان کی زوجہ (بیوی) حضرت رقیہؓ سخت بیمار تھیں۔ حضرت رقیہؓ، نبی کریمؐ کی صاحب زادی تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کا نکاح، نبی کریمؐ کی دوسری صاحب زادی حضرت اُمِ کلثومؓ سے ہوا۔ اس نسبت سے حضرت عثمانؓ کو ذِی النورین (دو نور والے) کہا جاتا ہے۔

کم مدت کے عہدے

یوسف ہارون، مغربی پاکستان (موجودہ پاکستان) کے صرف پانچ دن گورنر رہے۔ وہ ۲۰ مارچ تا ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء تک اس صوبے کے گورنر تھے۔ وہ اس سے قبل صوبہ سندھ کے وزیر اعلا بھی رہ چکے تھے۔ یوسف ہارون، تحریکِ پاکستان کے سرگرم رہنما سر عبداللہ ہارون کے صاحب زادے ہیں۔

پاکستان میں سب سے کم مدت کے لیے وزیراعظم کے منصب پر رہنے والے چودھری شجاعت حسین ہیں۔ وہ ظفر اللہ جمالی کے استعفا دینے کے بعد ۳۰ جون ۲۰۰۴ء کو وزیراعظم بنے۔ گوکہ اس دوران شوکت عزیز کی بطور وزیراعظم تقرری کا اعلان ہو چکا تھا، مگر انھیں ابھی قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنا تھا، لہٰذا چودھری شجاعت حسین اس منصب پر ۲۵- اگست ۲۰۰۴ء تک رہے۔ یہ دورانیہ ۵۷ دن بنتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا نام آئی آئی چندریگر کا ہے، جو ۵۹ دن وزیراعظم رہے۔

قائداعظم اکیڈمی - اقبال اکادمی

قائداعظم محمد علی جناح کے نام سے منسوب یہ ادارہ قائداعظم اکیڈمی، کراچی میں مزارِ قائد کے قریب ہی قائم کیا گیا ہے۔ قائداعظم کے کام کو اُجاگر کرنے کے لیے اس ادارے کے قیام کی تجویز قائداعظم کے سوانح نگار رضوان احمد نے دی تھی۔ یہاں ایک وسیع تحقیقی کتب خانہ اور کئی قیمتی دستاویزات موجود ہیں۔

اقبال اکادمی، علامہ محمد اقبال کے افکار اور نظریات پر کام کرنے والے محققین کی سہولیات کے لیے لاہور میں قائم کی گئی ہے۔ یہاں علامہ محمد اقبال کی شخصیت پر کتابیں اور دستاویزی مواد موجود ہے۔ یہ ادارہ علامہ محمد اقبال پر لکھی گئی کتابوں پر سالانہ مقابلہ بھی منعقد کرواتا ہے۔ شروع میں یہ ادارہ کراچی میں قائم کیا گیا تھا۔

یادگار مینار

آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۷ واں سالانہ اجلاس ۲۲ مارچ تا ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں منعقد ہوا، جس میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی۔ یہ قرارداد، قرارداد لاہور کے نام سے پیش ہوئی تھی۔ اسے قراردادِ پاکستان کا نام ہندو

اخبارات نے دیا تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد اسی پارک میں یادگار کے طور پر مینارِ پاکستان تعمیر کیا گیا۔ اس مینار کی بلندی ۱۹۶ فیٹ ۶ انچ ہے۔ یہاں اُنیس تختیاں نصب ہیں۔ مختار مسعود کی کتاب ''آوازِ دوست'' میں ایک باب ''مینارِ پاکستان'' سے متعلق ہے۔

۲۲ تا ۲۴ فروری ۱۹۷۴ء کو لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ دراصل اسلامی ممالک کے آپس میں اتحاد اور تعاون بڑھانے کی کوشش تھی۔

اس کانفرنس کی یاد میں اسمبلی ہال کے سامنے ایک سربراہی مینار (SUMMIT MINAR) تعمیر کیا گیا ہے۔ جو پانچ فیٹ چوڑا اور ۱۵۰ فیٹ اونچا ہے۔ سفید سنگِ مرمر سے بنا ہوا یہ مینار آج بھی لاہور میں موجود ہے۔

عثمانی سلطنت کے دو بادشاہ

بایزید اول ۱۳۴۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۴۰۳ء میں انتقال ہوا۔ ان کا دورِ حکومت ۱۳۸۹ء سے ۱۴۰۲ء تک رہا۔ مشرقی اناطولیا فتح کیا۔ قسطنطنیہ (استنبول) کا محاصرہ کیا، لیکن محاصرے کے دوران امیر تیمور کے حملے کی اطلاع پا کر محاصرہ اُٹھا لیا اور امیر تیمور کا مقابلہ کیا۔ امیر تیمور نے انھیں انگورہ (انقرہ) میں شکست دی۔

بایزید دوم ۱۴۴۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۵۱۳ء میں انھیں زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا۔ ۱۴۸۱ء سے ۱۵۱۲ء تک حکومت کی۔ ان کے بھائی نے بغاوت کی، جسے کچل دیا۔ بھائی فرار ہو گیا۔

انھوں نے عثمانیوں کی ثقافت کو خوب فروغ دیا۔ ۱۵۰۹ء میں زلزلے سے تباہ ہونے والے قسطنطنیہ کو نئے سرے سے تعمیر کیا۔

☆☆☆

ہمدرد نونہال اسمبلی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... **رپورٹ : حیات محمد بھٹی**

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے زیرِ اہتمام نونہال سیرت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کے مہمانِ خصوصی معروف مذہبی اسکالر اور امن کمیٹی کے چیئرمین محترم پیر سید اظہار شاہ بخاری تھی۔ رکنِ شوریٰ ہمدرد محترم شیخ مختار احمد اصلاحی نے بھی کانفرنس میں خصوصی شرکت کی۔ موضوع تھا: ''پیارے نبی ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور ہم۔''

نونہال عائشہ اسلم اسپیکر اسمبلی تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید کے بعد حمدِ باری تعالیٰ علیشا اور ساتھی نونہالوں نے پیش کی۔ نعتِ رسولِ مقبولؐ مرزا غیور بیگ نے پیش کی۔

نونہال مقررین میں علشبہ واجد خان، رطابہ ساجد، زنیرا شریف اور محمد عبداللہ شامل تھے۔ ان نونہالوں نے نبی کریمؐ کی حیاتِ طیبہ کی روشنی میں اخلاقِ حسنہ کی اہمیت و افادیت اور آج کے دور میں اس کی ضرورت کو بھرپور اُجاگر کیا۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے کہا کہ حضورِ اکرمؐ کو مخاطب فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' اسی فرمانِ الٰہی کے تسلسل میں پیارے آقاؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''میں اخلاقیات کی تکمیل کے لیے معبوث کیا گیا ہوں۔'' سیرتِ طیبہ کا بغور اور بار بار مطالعہ کرنے سے ہمیں اخلاقِ حسنہ کا جو بلند ترین معیار آپؐ کی حیاتِ مبارکہ میں نظر آتا ہے، وہی ہمارا سرمایہ اور

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے تحت سیرت کانفرنس میں
محترم پیر سید اظہار شاہ بخاری، محترم حیات محمد بھٹی اور نونہال مقررین

اُسی کو اپنانے میں ہماری برتری کا راز پوشیدہ ہے۔ اچھے اور سچے اُمتی ہونے کا تقاضا ہے کہ پوری اُمتِ مسلمہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنا جائزہ لے، ہو جانے والی کوتاہیوں سے توبہ کرے اور آیندہ کے لیے پیارے آقاؐ کے اخلاقِ حسنہ کی پیروی کو شعار بنالے۔

محترم پیر سید اظہار شاہ بخاری نے کہا کہ نبی کریمؐ کی حیاتِ طیبہ ہم سب کے لیے عملی نمونہ ہے اور اسے اپنانے میں ہی ہماری کام یابی و بقا کی ضمانت ہے۔ نبی کریمؐ مجسم اخلاق تھے۔ شہید حکیم محمد سعید نے اپنے حصے کی شمع اس فورم کی صورت میں روشن کی، جسے محترمہ سعدیہ راشد نہایت کام یابی سے روشن رکھے ہوئے ہیں۔ یہ فورم ہمیں درس دیتا ہے کہ ہم محبت کے پیغام کو لے کر آگے بڑھیں اور مسائل میں گھرے پاکستانیوں کے چہروں کو محبت کی روشنی سے منور کریں۔

طالبات نے قصیدہ بردہ شریف پیش کیا۔ محفلِ نعت کا بھی انعقاد کیا گیا، جس میں ماہ نور سرفراز، رئیس ارشد، سید عاقب علی گردیزی، سماء عمران اور دیگر نونہالوں نے حصہ لیا۔ اس موقعے پر کئی نونہالوں کی رسمِ بسم اللہ اور آمین کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا۔

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور کے تحت سیرت کانفرنس میں محترمہ عذرا شکیل،
محترمہ میمونہ مرتضیٰ اور طالبات درود و سلام پیش کرتے ہوئے۔

جب دنیا میں جہالت کا دور دورہ تھا، ظلم و جبر کی حکمرانی تھی۔ لڑکیوں کی پیدائش کو ذلت سمجھا جاتا تھا اور اس کو زندہ دفن کرنا ایک عام رواج تھا۔ ایسے تاریک دور میں ایک ایسا آفتاب طلوع ہوا، جس نے اپنی روشنی سے عرب خطے سمیت دنیا کے گوشے گوشے کو منور کر دیا۔ بے شک اس آفتاب کا نامِ گرامی محمدؐ تھا۔ آپؐ کی آمد نے دنیا کو چونکا دیا۔ آپؐ نے دنیا کو وہ روشن علم دیا جو حق و باطل میں واضح فرق و امتیاز کرتا ہے۔ آپؐ کی ذات رحمت ہی رحمت تھی، اگر رحمت نہ ہوتی تو فتح مکہ کے موقع پر اپنے دشمنوں سے چُن چُن کر بدلہ لیتے، بدر اور حنین کے قیدیوں سے کبھی اچھا سلوک نہ کرتے۔ پہاڑوں پر مامور فرشتوں کو حکم دیتے کہ دو پہاڑوں کے درمیان واقع طائف کی بستی کو پیس کر رکھ دو، جنھوں نے پتھروں سے آپؐ کو شدید لہولہان کر دیا۔ اگر آپؐ کی ذات رحمت والی نہ ہوتی تو روزانہ اُن کے سر پر کوڑا اچھینکنے والی عورت کی تیمارداری کو کبھی نہ جاتے۔ آقا ایک

نونہال سیرت کانفرنس میں طالبات درودِ تاج کا نذرانہ پیش کر رہی ہیں۔

کامل انسان تھے، جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

گزشتہ دنوں ہمدرد مرکز میں منعقد ہونے والی نونہال سیرت کانفرنس کا موضوع تھا: ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ اور ہم۔''

کانفرنس میں ڈاکٹر سید طاہر رضا بخاری، محترمہ میمونہ مرتضٰی ملک اور محترمہ عذرا شکیل نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ نونہال مقررین میں ملک محمد عادل، علی حمزہ، وسیع اللہ، سید محسن علی نقوی، محمد یاثوب، حذیفہ احمد اور آفاق احمد شامل تھے۔ اس موقع پر محفلِ نعتِ رسولِ مقبولؐ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ مختلف اسکولوں کے منتخب شدہ ثناء خواں طالبات نے شرکت کی، جن میں ہانیہ شہزاد، لائبہ ندیم، مقدس نور، عریبہ نسیم، حسبہ وحید، ایمن بٹ، مناہل فاطمہ اور فاطمہ آصف شامل تھے۔ نظامت کے فرائض نویرا بابر نے انجام دیے، جب کہ نونہال طالبات نے بارگاہِ رسالتؐ میں درودِ تاج کا نذرانہ پیش کیا۔ آخر میں حسبِ روایت درود و سلام کے بعد دعا کرائی گئی۔

☆☆☆

نونہال خبرنامہ

سلیم فرخی
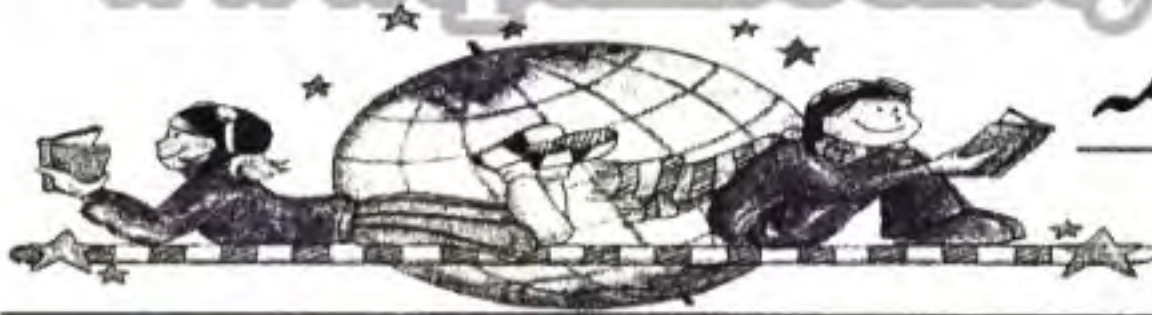
۷۲ سالہ طالب علم

علم حاصل کرنے کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ فیصل آباد کے ایک ۷۲ سالہ شخص مقبول احمد نے پچاس سال قبل انٹرمیڈیٹ کیا تھا، مگر اب اس نے گریجویشن کے لیے یونی ورسٹی میں داخلہ لے لیا ہے۔ مقبول احمد کا کہنا ہے کہ ایف اے کرنے کے بعد خاندانی معاملات کی وجہ سے اعلا تعلیم کا خواب بکھر گیا تھا، جسے اب پورا کرنا چاہتے ہیں۔ مقبول احمد چار بچوں کے والد اور پیشے کے لحاظ سے کسان ہیں۔ ان کا گاؤں یونی ورسٹی سے ۳۰ کلو میٹر دور ہے۔ انھیں آنے جانے کے لیے بس سے سفر کرنا پڑتا ہے۔ مقبول احمد گریجویشن کے بعد پی ایچ ڈی کرنے اور اپنے گاؤں میں غریب بچوں کے لیے ایک فلاحی اسکول قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اپنے بچوں کو اعلا تعلیم دلانے کے بعد اب وہ خود اعلا تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

تین سالہ ذہین بچہ

امریکا میں ایک تین سال کا بچہ ''لینی جارج جانز'' اور اس کا باپ ۳۴ سالہ مارک گھر میں اکیلے تھے۔ بچے کی ماں کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھی۔ لینی کے والد شوگر لیول کم ہونے کی وجہ سے کومے میں چلے گئے۔ جس پر لینی نے قد چھوٹے ہونے کے باعث اپنی بچوں والی کرسی فریج کے پاس رکھی اور پھر اس پر چڑھ کر فریج میں سے دہی نکالا اور اپنے کھلونوں سے پلاسٹک کا چاقو نکال کر زبردستی اپنے والد کے منہ میں ڈالنا شروع کر دیا۔ دہی کی کچھ مقدار منہ میں جاتے ہی اس کے والد ہوش میں آ گئے اور خود ہی گلوکوز لینے کے قابل ہو گئے۔ لینی کی ماں نے بتایا کہ اس نے لینی کو کبھی نہیں بتایا کہ اس طرح کی صورت حال میں کیا کرنا چاہیے۔

بوڑھی سرجن

روس کے دارالحکومت ماسکو کے ریزان سٹی اسپتال میں ۸۹ سالہ خاتون سرجن ۶۷ سال کے عرصے میں دس ہزار آپریشن کر چکی ہیں۔ ''ایلا لیو شکینا'' نامی خاتون سرجن اگرچہ بننے میں دقت محسوس کرتی ہیں، لیکن وہ اس بڑھاپے میں بھی روزانہ چار کامیاب آپریشن انجام دیتی ہیں اور ان کے ہاتھوں سے دس ہزار آپریشن ہونے کے باوجود اب تک کسی ایک کی بھی موت واقع نہیں ہوئی ہے۔ خاتون سرجن کے نزدیک ڈاکٹر ہونا کوئی پیشہ نہیں، بلکہ زندگی گزارنے کا ایک طریقہ اور انداز ہے۔ یہ بوڑھی سرجن ماسکو کے ایک فلیٹ میں اپنے معذور بھتیجے اور آٹھ بلیوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ اپنی طویل عمری کے بارے میں کہا کہ جو مل جائے، وہ کھا لیتی ہیں۔ بہت ہنستی ہیں اور عموماً خوش رہتی ہیں۔ ☆

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام
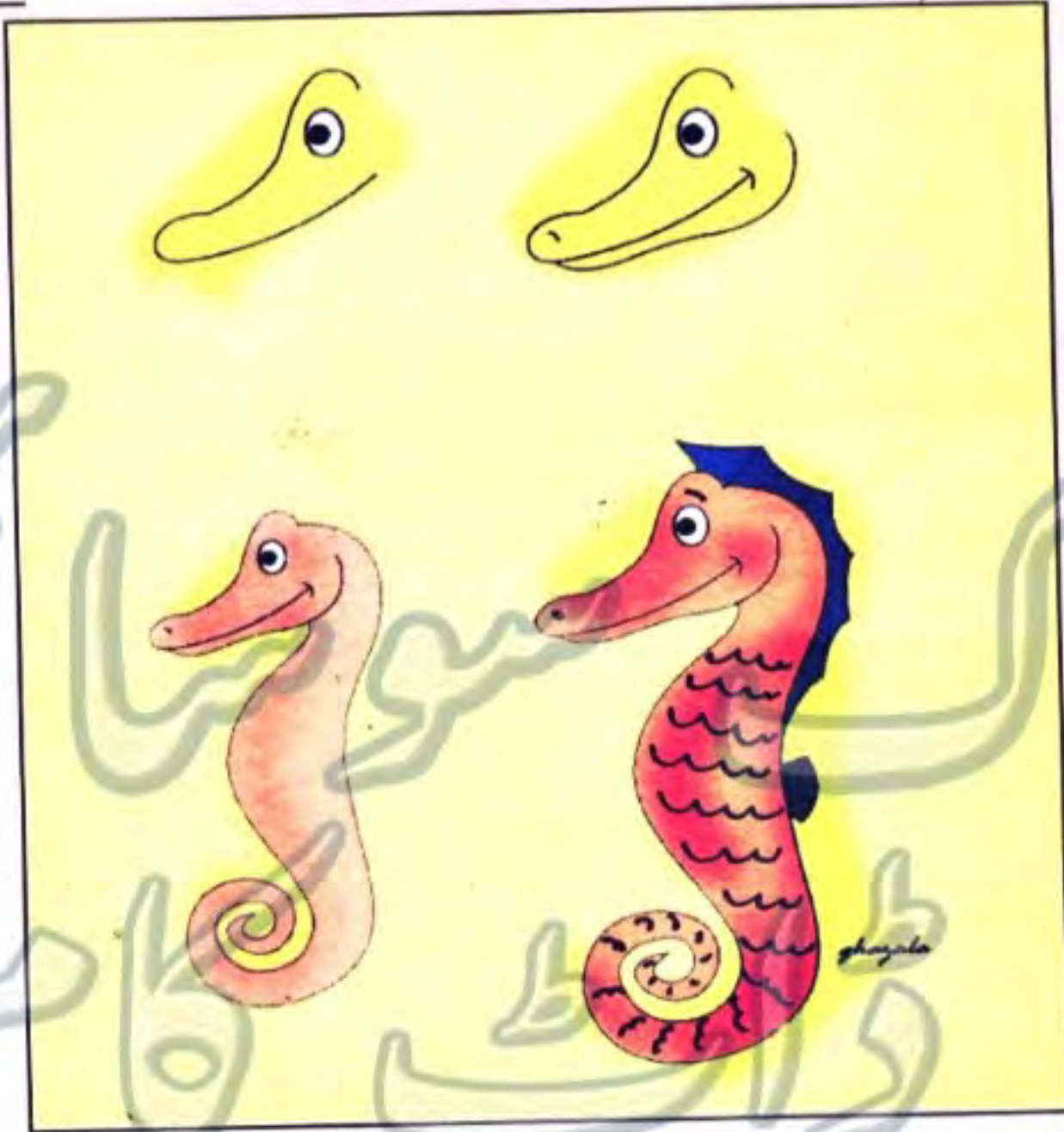
ڈرائنگ شروع کرتے وقت ڈرائنگ سے متعلق تمام چیزیں اپنے پاس رکھیے، تاکہ یک سوئی متاثر نہ ہو۔ سب سے پہلے تو ہلکا سا خاکہ بنائیں۔ یہ خاکہ دراصل ذہن میں محفوظ ہونا چاہیے۔ بس ذہن کی نظر سے دیکھیں اور ہاتھوں کی مدد سے کاغذ پر اُتارتے جائیں۔ تصویر میں دیکھیے خاکہ مختلف مراحل سے گزر کر مکمل ہوا ہے۔ آخر میں رنگ بھر دیا گیا ہے۔ آپ بھی ایسا ہی کیجیے۔ ☆

نونہال مصور
عافیہ ذوالفقار، کراچی
محمد عمر رشید، سائٹ ٹاؤن
توصیف امان، جھنگ
فاطمہ توقیر، کراچی
حفصہ زبیر، کوہاٹ
محمد الیاس KC صاحب، لسبیلا

وہ کون تھے؟

جاوید اقبال

سب گھر والے شادی کی تقریب میں جا رہے تھے۔ مجھے کل رات سے بخار تھا، اس لیے مجھے گھر ہی میں رہنا تھا۔ جب سب گھر والے تیار ہو کر چلے گئے تو میں گھر میں اکیلا رہ گیا۔ خالی گھر اور تنہائی سے میں ڈر سا گیا۔ آس پاس کے گھر بھی ذرا فاصلے پر تھے۔ پہلے تو میں پورے گھر میں یونہی اِدھر اُدھر پھرتا رہا، پھر الماری سے پڑھنے کے لیے کتاب نکال لی۔ سوفے پر بیٹھ کر کتاب پر نظر ڈالی تو میں چونک پڑا۔ یہ پُراسرار کہانیوں کی کتاب تھی۔ سوچا، کوئی دوسری کتاب لے لوں، مگر پھر نہ جانے کیوں وہی کتاب پڑھنے لگا۔

یہ ایک آدمی کی کہانی تھی، جو گھر میں اکیلا تھا اور کچھ پُراسرار سائے اسے گھیر لیتے ہیں۔
جیسے جیسے میں کہانی پڑھتا گیا، میرا خوف بھی بڑھتا گیا۔ اچانک مجھے ایسے لگا جیسے میرے آس پاس بھی کوئی موجود ہے۔ میں نے کتاب بند کر دی اور خوف زدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر یوں لگا، جیسے کوئی پیچھے کھڑا ہے۔ گھبرا کر پیچھے دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں سوفے سے اُٹھ کر مسہری پر لحاف اوڑھ کر لیٹ گیا۔ دھیان بٹانے کے لیے ریموٹ اُٹھا کر ٹی وی آن کر دیا۔ اسکرین پر تصویر اُبھری تو وہاں بھی ایک خوف ناک فلم چل رہی تھی۔ میں نظریں جمائے فلم دیکھنے لگا۔ فلم میں خوف ناک بلائیں ایک گھر میں گھس آتی ہیں اور مختلف طریقوں سے گھر والوں کو تنگ کرتی ہیں۔ فلم کے خوف ناک منظر دیکھ کر میں بُری طرح ڈر گیا تھا۔

ٹی وی بند کرنے کے بعد بھی میرے تصور میں ان خوف ناک بلاؤں کے چہرے آ رہے تھے، جنھیں میں نے فلم میں دیکھا تھا۔ اچانک مجھے اوپری منزل کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ پھر سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں مسہری سے اُٹھا اور بجلی کی سی تیزی سے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر کان لگا دیے۔ کافی دیر تک آہٹ سنائی نہ دی تو پردے کے پیچھے سے نکل کر بستر پر لیٹ گیا۔ میری آنکھ اب بھی کمرے میں کسی نظر نہ آنے والے وجود کو تلاش کر رہی تھی۔ باہر ذرا بھی آہٹ ہوتی تو میں چونک اُٹھتا۔ گھڑی کی ٹِک ٹِک ذہن پہ ہتھوڑے کی طرح بج رہی تھی۔ اچانک مجھے لگا جیسے ایک لمحے کے لیے مسہری ہلی ہو۔ پھر کھڑکی کے شیشے کھڑکھڑائے۔ پردے اُڑنے لگے۔ میرے منھ سے چیخ نکلی اور میں سر لحاف میں چھپا کر گول مول ہو کر ایک کونے میں سمٹ گیا۔ سردی کے باوجود میرا جسم پسینے سے تر تھا اور میں بُری طرح کانپ رہا تھا۔ سینے میں دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا، جیسے سینے سے باہر نکل آئے گا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ لحاف سے سر نکال کر دیکھتا کہ کمرے میں کیا ہو رہا ہے۔

اچانک بڑے دروازے کی گھنٹی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ شاید گھر والے آ گئے تھے۔ مجھ میں ایک دم حوصلہ آ گیا۔ میں چھلانگ مار کر بیڈ سے اُترا اور باہر دروازے کی طرف بھاگا۔ دروازہ کھولا تو سامنے گھر والے کھڑے تھے۔

''شکر ہے آپ لوگ آ گئے۔'' میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''لگتا ہے، تم ڈر گئے تھے!'' بھائی جان نے کہا۔

''نہیں تو، مجھے نیند آ رہی تھی۔'' میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور واپس اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔

ایک بار پھر دروازے کی گھنٹی کی آواز پر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے لائٹ جلا کر گھڑی کی طرف دیکھا۔ مجھے سوئے ایک گھنٹا ہوا تھا۔

''اس وقت کون آ گیا۔'' میں نے خود سے کہا اور سر پر لحاف لیے چپکا لیٹا رہا کہ کوئی اور دروازہ کھول دے گا، مگر جب بیل مسلسل بجتی رہی تو مجھے اُٹھنا ہی پڑا۔ گھر والے شاید تھکن کی وجہ سے گہری نیند سو چکے تھے۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے گھر والے کھڑے تھے۔

''آپ لوگ پھر کہاں گئے تھے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''پھر سے کیا مطلب ہے تمھارا؟ ہم شادی پر گئے تھے اور اب واپس آئے ہیں۔'' ابا جان نے کہا۔

''لیکن شادی سے تو آپ لوگ گھنٹا پہلے آ گئے تھے!'' میں نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''لگتا ہے تم نیند میں ہو۔ رستہ چھوڑو، ہمیں اندر آنا ہے۔ پہلے ہی ٹریفک جام میں پھنسنے کی وجہ سے آنے میں دیر ہو گئی ہے۔'' ابا جان نے غصے سے کہا۔

میں دراوزے سے ہٹ گیا اور اپنے کمرے میں آ کر سوچنے لگا کہ گھر والے اب آئے ہیں تو وہ کون تھے، جو ایک گھنٹا پہلے آئے تھے......!

☆

لکھنے والے نونہال

☆ عبید محمد وسیم، نواب شاہ
☆ حافظ وقاص رؤف، صادق آباد
☆ عنان احمد خان، کراچی
☆ حافظ محمد اشرف، حاصل پور
☆ ثانیہ گلزار، راولپنڈی
☆ محمد عمر امتیاز، کراچی
☆ عاقب فرید گھلو، جھنگ صدر
☆ حسن جاوید گوریجہ، اسلام آباد

نونہال ادیب

درد

عبید محمد وسیم، نواب شاہ

درد کئی قسم کا ہوتا ہے۔ درد زیادہ کام سے ہونے والی جسمانی تھکاوٹ کا نام ہے اور کبھی یہ درد سستی اور کاہلی کی وجہ سے ہونے لگتا ہے۔

ایک درد بے عزتی سے بھی ہوتا ہے۔ جب کسی شخص کے ساتھ تحقیر آمیز سلوک کیا جائے تو یہ درد اس شخص کے دل پر گہرا اور بُرا اثر ڈالتا ہے۔

درد کی ایک اور قسم جو ان دونوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے، وہ خلقِ خدا کا درد ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اگر جسم کی چھوٹی اُنگلی میں درد ہو تو پورا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے اور اس درد کو ختم کرنے کے لیے جسم کا ہر حصہ اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نیک لوگ اپنے دلوں میں آس پاس کے لوگوں کے لیے ایسا درد رکھتے ہیں جسے خلقِ خدا کا درد کہتے ہیں۔ یہ لوگ انسانوں کے علاوہ دوسرے جان داروں کو بھی کوئی تکلیف نہیں دیتے۔ وہ دکھی انسانوں کے کام آتے ہیں اور ان کی پریشانیوں کو حل کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں۔

خیال رکھیں کہ آپ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ کسی کا مذاق نہ بنائیں اور مخلوقِ خدا کی عزت اور خدمت کریں اور ان کے دکھ درد میں ان کے کام آئیں۔ یہی کام یاب زندگی کی بنیاد ہے۔ اسی طرح ایک اچھا معاشرہ قیام پذیر ہوگا۔

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ

حافظ وقاص رؤف، صادق آباد

مرزا غالب اردو کے عظیم شاعر تھے۔ پہلے آپ کا تخلص اسد تھا، پھر غالب تخلص کرنے لگے۔ وہ ۱۷۹۶ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم عبداللہ بیگ اور چچا نصر اللہ بیگ خان محکمۂ فوج میں ملازم تھے۔ مرزا غالب پانچ سال کے تھے، جب والد وفات پا گئے۔ چار سال بعد ان کے چچا بھی وفات پا گئے۔ غالب نے شاعری کا آغاز آگرہ سے ہی کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں ان کی شادی نواب الٰہی بخش کی بیٹی سے ہوئی، جن کا نام امراؤ بیگم تھا۔ اس وقت امراؤ بیگم کی عمر ۹ سال تھی۔ آگرہ سے دلی آکر انھوں نے تعلیم پر بہت توجہ دی اور جلد ہی فارسی کی تعلیم مکمل کر لی۔ مرزا کو ہمیشہ فارسی پر فخر رہا، مگر ان کی پہچان اردو زبان کی شاعری بنی۔

مرزا غالب نے مالی پریشانیوں کا بھی مقابلہ کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد شاہی خاندان نے ان کی کچھ حد تک مالی مدد کی، مگر برطانیہ کی حکومت نے مرزا کی پینشن روک دی۔ آپ نے پینشن کے لیے کولکتہ تک سفر بھی کیا، مگر کچھ نہ بنا۔ آپ کی پینشن تین سال بعد بحال ہوئی، مگر وہ قرضے اُتارنے میں ختم ہوگئی۔

مرزا غالب کی وفات ۱۸۶۹ء میں ہوئی۔ وہ آج بھی اردو کے سب سے بڑے شاعر مانے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری کو پوری دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے۔

کھیل اور تعلیم ساتھ ساتھ

عنان احمد خان، کراچی

''آنٹی! اسجد کو بھیج دیں، کرکٹ کھیلنے کے لیے!'' عمار نے اسجد کی امی سے کہا۔

''نہیں نہیں، میں اپنے بیٹے کو باہر نہیں کھیلنے دیتی۔ وہ گھر میں ہی کمپیوٹر پر کھیل لیتا ہے۔'' انھوں نے کہا۔

''آنٹی! گھر سے باہر کھیل کر انسان تازہ دم ہو جاتا ہے اور......''

''ارے جاؤ بھی، آئے ہمیں سکھانے والے۔'' اسجد کی امی نے غصے سے بات کاٹی اور دروازہ دھڑ سے بند کر لیا۔ عمار افسوس کرتا رہ گیا۔

اسجد کو عمار کے پڑوس میں آئے کچھ ہی دن ہوئے تھے۔ آج عمار جب اسجد کو کھیلنے کے لیے بلانے گیا تو اس کی امی نے اس کو جھڑک دیا۔

''اسجد! میں کل تمھارے گھر تمھیں بُلانے گیا تو تمھاری والدہ نے صاف منع کر دیا!'' اسکول میں عمار نے اسجد کو بتایا۔

''ہاں عمار! میری امی گھر سے باہر کھیلنے کے سخت خلاف ہیں۔'' اسجد نے جواب دیا۔

''مگر تم اپنا وزن دیکھو! گھر میں بیٹھے بیٹھے موٹے ہوتے جا رہے ہو۔ مجھے دیکھو، کتنا فِٹ ہوں۔ کھیلنے کودنے سے ورزش بھی ہو جاتی ہے اور تفریح بھی۔'' عمار نے تقریر ہی کر ڈالی۔

''نہیں عمار! باہر کھیل کر بچہ پڑھائی سے دور ہو جاتا ہے۔ میں گھر میں پڑھتا رہتا ہوں۔ باہر جانے سے پڑھائی کا حرج ہوگا۔'' اسجد نے جواب دیا۔

''میرے دوست! انسان کو کچھ وقت تفریح کے لیے بھی نکالنا چاہیے۔ میں باہر کھیلتا ہوں۔ صبح سیر کرنے جاتا ہوں۔ کمپیوٹر پر گیم بھی کھیلتا ہوں اور وقت پر پڑھائی بھی کرتا ہوں۔ ہر سال میری اول پوزیشن آتی ہے۔''

عمار نے دلائل دیے۔

''چھوڑو اس بات کو۔ سائنس کا کام دکھاؤ۔'' اسجد نے بات پلٹ دی۔ عمار بھی خاموش ہو گیا۔

دن گزرتے گئے۔ دونوں میٹرک میں پہنچ گئے۔ اسجد کا مٹاپا اب بہت بڑھ گیا، جس کی وجہ سے وہ آئے دن بیمار پڑا رہتا تھا۔ جب امتحان شروع ہوئے تو وہ پھر بیمار پڑ گیا۔ بیماری میں ہی اس نے امتحان دیا۔

جب نتیجہ آیا تو عمار کا اے ون گریڈ آیا تھا اور اسجد بمشکل پاس ہوا تھا۔ اس شام جب عمار مٹھائی لے کر اسجد کے یہاں گیا تو اس کی امی نے دروازہ کھولا۔ عمار نے ان کو مٹھائی دی اور اسجد کی خیریت دریافت کی۔

اس کی امی روہانسی ہو کر بولیں: ''بیٹا! اسجد کو طرح طرح کی بیماریاں چمٹی ہوئی ہیں۔ میرا بیٹا بہت ذہین ہے، مگر ہر وقت ہر وقت کی بیماری نے اسے چڑچڑا بنا دیا ہے۔ اس کا کسی کام میں دل ہی نہیں لگتا۔''

''آنٹی! آپ اسے گھر سے باہر بھیجیں۔ کھیل کود سے اس کا چڑچڑاپن دور ہو جائے گا۔''

''ہاں بیٹا! تم صحیح کہتے ہو۔ کل سے وہ بھی تمھارے ساتھ کھیلنے جائے گا۔'' آنٹی نے کہا۔

عمار شکریہ کہہ کر واپس چلا آیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اسجد گھر میں بیٹھنے کے بجائے کھیلتا کودتا تو آج صورتِ حال مختلف ہوتی۔

اب پچھتائے کیا ہوت

حافظ محمد اشرف، حاصل پور

وقار اور ارشد دونوں گہرے دوست تھے اور دونوں ایک ہی کلاس میں پڑھتے اور ایک ہی محلے میں رہتے تھے۔ دونوں پڑھنے میں بھی ذہین تھے اور کلاس میں محنتی سمجھے جاتے تھے۔ وہ دل لگا کر پڑھائی کرتے تھے۔ وقار ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتا

تھا اور راشد ایک غریب باپ کا بیٹا تھا۔

امتحان قریب آ چکے تھے۔ دونوں نے دل لگا کر محنت کی اور ہر بار کی طرح اس بار بھی اچھے نمبروں سے کام یابی حاصل کی۔ امتحان کی چھٹیوں کے بعد جب وقار اسکول میں آیا تو اس کے پاس موبائل فون تھا۔ اس نے اپنے دوست راشد کو بستے سے موبائل نکال کر دکھایا۔ راشد نے اس کو ہاتھ میں پکڑ کر دیکھا اور پھر واپس کر دیا۔ وقار نے راشد سے کہا: ''اب تم اپنا انعام دکھاؤ، تمھارے ابو نے تمھیں کیا انعام دیا ہے؟''

راشد نے اپنے بستے میں ہاتھ ڈالا اور انعام نکال کر وقار کے ہاتھ میں دے دیا۔

''ارے یہ کیا! یہ تو کتاب ہے۔'' وقار نے انعام دیکھتے ہی ناگواری سے کہا۔

''ہاں! یہی میرے ابو نے مجھے انعام دیا ہے۔'' راشد نے کہا۔

''لیکن کتابیں تو ہمارے پاس پہلے سے بھی ہیں۔ ہم روز کتابیں پڑھتے ہیں۔'' وقار نے راشد کو چڑاتے ہوئے اس کا انعام اس کے ہاتھ میں واپس دے دیا۔

راشد نے بغیر کچھ کہے اس کتاب کو اپنے بستے میں واپس رکھ دیا۔

اب جب کبھی راشد، وقار کو دیکھتا تو اکثر وقار کے ہاتھ میں موبائل ہوتا۔ اسکول میں جب کبھی وقفہ ہوتا تو وقار موبائل نکال کر گیم کھیلنے لگتا۔ محلے میں بھی کبھی راشد، وقار سے ملتا تو اس وقت بھی وقار کے ہاتھ میں موبائل ہوتا۔ وقار، ارشد کو چڑانے کی کوشش کرتا، مگر راشد اس کی طرف بالکل کوئی توجہ نہ دیتا، بلکہ اسکول میں اگر وقفہ ہوتا تو راشد اپنے ابو کی دی ہوئی کتاب نکال کر پڑھنے لگتا۔

وقت گزرتا گیا۔ دونوں دوستوں میں پڑھائی کے معمول میں تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ وقار پہلے کی نسبت اب پڑھائی میں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

کم توجہ دیتا اور سُست ہوتا جا رہا تھا۔ جب کہ راشد پہلے سے زیادہ محنتی بن گیا تھا۔

اب سالانہ امتحان بھی قریب آ چکے تھے۔ وقار کا دل اُچاٹ ہونے لگا۔ اس کو امتحان کی تیاری ایک بہت بڑا بوجھ محسوس ہونے لگی۔ آخر دونوں نے امتحان دیا۔ اب کی بار دونوں کے نتیجے میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ راشد پہلے سے بھی زیادہ نمبروں سے پوزیشن لے کر کام یاب ہوا تھا، جب کہ وقار پہلی بار فیل ہو گیا تھا۔ اس کے فیل ہونے کی وجہ اس کا موبائل تھا، جس کو اس نے بے تحاشا اور بے موقع استعمال کیا۔ اب وقار راشد کے سامنے شرمندہ تھا۔ اس کو بہت دکھ ہو رہا تھا، مگر اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیا چگ گئی کھیت۔

نیک نیت

ثانیہ گلزار، راولپنڈی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں ایک لڑکا رہا کرتا تھا۔ وہ بہت غریب تھا، لیکن کام چور نہیں، بلکہ بہت محنتی تھا۔ اس کے والد جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر گھر کا گزر بسر کر رہے تھے۔ وہ اس کام کو ناپسند کرتا تھا۔ جب وہ جوان ہوا تو اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اب تمام ذمے داری اس پر آن پڑی۔ اس کی والدہ اکثر بیمار رہا کرتی تھیں۔ چوں کہ وہ لکڑیاں کاٹ کر پرندوں اور باقی تمام حیوانات کو ان کے گھروں اور گھونسلوں سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لیے لکڑیاں کاٹنے جنگل نہ جاتا، مگر نہ جانے کی وجہ سے پریشانیاں اور بڑھ گئیں۔

گھر کے حالات روز بروز بگڑتے جا رہے تھے۔ والدہ کی طبیعت بھی بگڑنے لگی، مگر اس کی نیت اچھی تھی، اس لیے خدا کا کرنا یہ ہوا کہ جنگلات کے محکمے کے افسر کا وہاں آنا ہوا۔ وہ مسافر تھا۔ گاؤں میں اس لڑکے سے ملاقات ہوئی، وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔

غربت کے باوجود ان کی مہمان نوازی کی۔

جب باتوں باتوں میں اس لڑکے نے افسر کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا تو انھیں بہت خوشی ہوئی۔ انھوں نے اُسے فوری طور پر محکمے میں نوکری دلوادی اور لڑکے کی مناسب تعلیم کا بندوبست کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ترقی کرتے کرتے وہ بڑے عہدے تک پہنچ گیا۔

اس طرح وہ لکڑیاں کاٹنے کی بجائے اس کی کٹائی کو روکنے کے عمل میں شامل ہوگیا۔ محکمے کے افسر کی مدد سے اس کی والدہ کا علاج بھی مکمل ہوگیا اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگا۔

قلم کہانی

محمد عمر امتیاز، کراچی

میں اپنے کمرے میں بیٹھا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک مجھے ایک مدھم سی آواز سنائی دی: ''سنیے بھائی جان!''

میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہاں آدم نہ آدم زاد۔ شاید میرا وہم ہو۔ یہ سوچ کر میں پھر مطالعے میں غرق ہوگیا۔ پھر آواز سنائی دی: ''بھائی جان! نیچے دیکھیے۔'' میں نے چونک کر نیچے دیکھا تو قلم کھڑا ہوا تھا۔ میں نے جھک کر اسے اُٹھایا۔ الٹ پلٹ کر دیکھا اور میز پر رکھ دیا۔

اسی قلم میں سے پھر آواز آئی: ''بھائی جان! میں ہی ہوں قلم۔''

میں ہڑ بڑا کر کرسی سے کھڑا ہوگیا۔ قلم ہنس کر بولا: ''ڈریے نہیں، میں کوئی بم تو نہیں ہوں۔''

میں حیران ہوکر دوبارہ بیٹھ گیا اور قلم سے بولا: ''تم تو بے جان ہو، تم کیسے بول سکتے ہو؟''

قلم بُرا مان کر بولا: ''نہیں بھائی جان! میں کیسے بے جان ہوسکتا ہوں۔ مجھے اور میری چھوٹی بہن پنسل کو استعمال کر کے ہی تو لوگ عظیم ہستیاں بنتے ہیں۔ بشرطیکہ میرا استعمال درست ہو۔''

میں نے لاجواب ہوکر کہا: ''ہاں، کہہ تو تم بالکل ٹھیک رہے ہو، مگر مجھ سے بات

کرانے کا خیال کیسے آیا؟''

وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولا: ''بس کیا بتاؤں! کمپیوٹر اور موبائل کے بے دریغ استعمال کی وجہ سے نوجوان نسل مجھے نظر انداز کرنے لگی ہے۔ کہیں اس صدی کے اختتام سے پہلے ہی میں بالکل ناپید نہ ہو جاؤں؟''

میں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا: ''جب تم یہ مانتے ہو کہ قلم کی طاقت سے عظیم ہستیاں جنم لیتی ہیں تو مایوس کیوں ہوتے ہو۔ دورِ جدید کے حساب سے کمپیوٹر کی اہمیت اپنی جگہ، لیکن تمھارے وجود اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جاپانی ماہرین کی ایک تحقیق کے مطابق جاپان کے اسکول اور کالجز کی پڑھائی کا سارا نظام کمپیوٹرائزڈ تھا، لیکن کمپیوٹر کے مسلسل استعمال سے مٹاپے اور بینائی کم زور ہونے کی شکایت بڑھ رہی تھی۔ پھر ان کی حکومت نے فیصلہ کیا کہ بچوں اور نوجوانوں کو دوبارہ ہاتھ سے لکھنے کی ترغیب دے کر ان بیماریوں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔''

میری تسلی آمیز باتوں سے قلم کا حوصلہ بحال ہو گیا اور وہ خوش ہو کر بولا: ''آپ درست فرما رہے ہیں۔ اب ہمارے پیارے ''شہید حکیم محمد سعید'' کی مثال لے لیجیے، ''ہمدرد نونہال'' میں اپنے قلم ہی کی طاقت سے انھوں نے بہت سے لوگوں کی اصلاح کی۔''

مجھے قلم سے باتیں کر کے بہت مزہ آیا۔ واقعی ہمارے بہترین دوست وہی ہوتے ہیں، جو ہماری اصلاح کرتے ہیں۔

حقیقی خوشی

عاقب فرید گھلو، جھنگ صدر

ایک دن میں عصر کی نماز ادا کر کے اپنے گھر واپس آ رہا تھا کہ راستے میں مجھے اپنا دوست عباس نظر آیا۔ عباس میرا پڑوسی تھا اور میرا بہت اچھا دوست تھا۔ سلام دعا کے بعد میں نے پوچھا: ''آج تم نماز پڑھنے مسجد کیوں نہیں آئے؟''

''بس آج دیر ہو گئی تھی۔ اس لیے گھر پر ہی نماز پڑھ لی۔'' اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

''عباس! تم کچھ پریشان دکھائی دے

رہے ہو۔ گھر میں سب خیریت تو ہے؟''

اس نے کہا: ''نہیں۔''

''اگر کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ!'' میں نے کہا۔

''علی! کل رات تیز بارش ہونے سے ہمارے گھر میں بہت نقصان ہوا ہے۔ ابو کی آمدنی اور جمع پونجی سب گھر کی مرمت پر لگ گئی ہے۔ پانی آنے کی وجہ سے میری کتابیں اور کاپیاں خراب ہوگئی ہیں۔ اب میرے لیے نئی کتابیں اور کاپیاں نہیں آسکتیں۔'' عباس نے کہا۔

''کتابوں کے بغیر تمھارے لیے پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ابو کہہ رہے ہیں کہ اگلے مہینے سے پہلے میری کتابیں نہیں آسکیں گی۔''

''اچھا عباس! تم میرے ساتھ میرے گھر چلو، وہاں بیٹھ کر تمھارے مسئلے کا کوئی حل سوچیں گے۔'' پھر ہم دنوں گھر کی طرف چل پڑے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں عباس کے مسئلے کا حل نکال سکوں گا۔ گھر پہنچ کر میں عباس کو لے کر اپنے کمرے میں آیا۔ ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ میری نظر شیلف پر پڑے ڈبے پر پڑی۔ جس میں میں پچھلے سال سے اپنا جیب خرچ جمع کر رہا تھا۔ میں نے جمع کردہ رقم ڈبے سے نکالی تو وہ اتنی تھی کہ عباس کی نئی کتابیں آسانی سے آسکتی تھیں۔ میں نے وہ رقم ڈبے میں ڈالی اور عباس کے پاس آیا: ''یہ لو عباس! اس رقم سے تمھاری نئی کتابیں آسانی سے آجائیں گی۔''

''میں یہ نہیں لے سکتا، کیوں کہ یہ تو تمھارا جیب خرچ ہے۔''

''عباس! تم صرف میرے دوست ہی نہیں، میرے بھائی ہو۔'' میں نے کہا۔

''لیکن......''

''لیکن ویکن کچھ نہیں۔ مجھے واپس کر دینا۔ اب یہ لے لو۔'' میں نے کہا۔

''بہت شکریہ علی!''

عباس کی مدد کرنے کے بعد مجھے عجیب سی خوشی اور اطمینان محسوس ہوا۔ آج میں جان چکا ہوں کہ حقیقی خوشی کیا ہوتی ہے۔

بابر نامہ

حسن جاوید گوریجہ، اسلام آباد

برصغیر پاک و ہند میں مغل سلطنت کی بنیاد رکھنے والا ظہیر الدین محمد ۱۴۸۳ء میں وسطی ایشیا میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے اس کو ''بابر'' کا لقب دیا گیا۔ یہ ترکی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ''شیر'' کے ہیں۔

نومبر ۱۵۲۵ء میں ظہیر الدین بابر نے اپنے بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ دریائے سندھ عبور کیا اور دہلی کے شمال میں واقع پانی پت کے علاقے میں پڑاؤ ڈالا۔ ۱۵۲۶ء میں برصغیر کے اس وقت کے حکمران سلطان ابراہیم لودھی نے اپنی فوج کے ساتھ دھاوا بول دیا، مگر زور دار جنگ کے بعد بابر اور اس کا لشکر فتح یاب رہا۔ اس فتح کے بعد بابر کی یکے بعد دیگر نے فوجی مہمات نے برصغیر میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔

ظہیر الدین بابر نے اپنی سلطنت کے قیام کے بعد اپنا روزنامچہ لکھنا شروع کیا، جس میں برصغیر پاک و ہند کے رسوم، رواج،، پکوان، لوگ، موسم، پھل، پھول، جانور، غرض ہر قابلِ ذکر شے اور واقعات کا ذکر ہے۔ مزید یہ کہ اپنے اس روزنامچے میں بابر نے یہ اقرار کیا ہے کہ اس نے اس میں صرف سچ ہی لکھا ہے۔ اس کے اس قول کی سچائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے اس سوانح حیات میں اپنی شراب نوشی اور افیون کے نشے کی عادت کا ذکر بھی کیا ہے۔

ظہیر الدین کے پوتے جلال الدین اکبر نے اس کتاب کو ترکی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کرایا۔ آج یہ کتاب ''تزکِ بابری'' کے نام سے اردو زبان میں بھی دستیاب ہے۔

☆☆☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ فروری ۲۰۱۷ء کے بارے میں ہیں

❁ خوب صورت سرورق میں عنایہ فاطمہ کا معصومانہ انداز پیارا لگ رہا تھا۔ جاگو جگاؤ میں شہید حکیم صاحب نے میرے دل کی بات کہی، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ پہلی بات میں شمسی سال و کیلنڈر کی معلومات زبردست تھیں۔ حمد باری تعالیٰ خوب صورت الفاظ میں اچھی لگی۔ معلومات ہی معلومات میں ہر ماہ دل چسپ معلومات ملتی ہیں۔ دوستی اور ایثار، تلافی، مچھلی کا پیغام، بلاعنوان کہانی، وہی آواز اور پرانا سکہ بہترین سبق آموز کہانیاں تھیں۔ اس کے علاوہ کوہ نور ہیرا، ہنسی گھر، نونہال ادیب، نونہال خبر نامہ اور مچھلیوں کی دنیا معلوماتی اور دل چسپ تحریریں بہت اچھی لگیں۔ بیت بازی میں آصف بوزدار اور انعم سجان کا انتخاب اچھا لگا۔ عبدالجبار رومی انصاری، لاہور۔

❁ فروری کا شمارہ بہت خوب صورت ہے۔ شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں جاگو جگاؤ اور مسعود احمد برکاتی کا اس مہینے کا خیال دل کو بہت بھائے۔ حمدِ باری تعالیٰ پڑھ کر سکونِ قلب ملا۔ دل چاہتا ہے کہ ماہ نامہ ہمدرد نونہال ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے رہے۔ مظہر حسین سعیدی، کوٹ مٹھن۔

❁ ہمدرد نونہال کا تازہ شمارہ بھی ہر شمارے کی طرح دل چسپ، خوب صورت اور مزے دار تھا۔ بہت ساری سبق آموز کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان کہانی کا تو کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ دوسری کہانیاں مثلاً آئینہ، دوستی اور ایثار، تلافی، مچھلیوں کی دنیا، مچھلی کا پیغام، وہی آواز، کوہ نور ہیرا، پرانا سکہ، سبق آموز سچے واقعات، بدی کا جواب بہت زبردست تھیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر مزہ آیا۔ نظموں میں جب میں چھوٹا بچہ تھا، بہت اچھی تھی۔ باقی سلسلے بھی بہت اچھے تھے۔ آپ اور آپ کا عملہ اتنی محنت کر کے اس خوب صورت شمارے کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ انکل! میں ڈرائنگ بھیجتی ہوں، شائع کیوں نہیں ہوتی، مجھے وجہ بتا دیں۔ تسبیح محفوظ علی، کراچی۔

> اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ہر مہینے ڈرائنگ کی ہوئی سیکڑوں تصاویر موصول ہوتی ہیں۔ پھر ایک کمیٹی ان سب تصویروں کا جائزہ لیتی ہے۔ ہر زاویے سے دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ گویا ایک مقابلہ ہوتا ہے۔ آپ تصویریں بناتی رہیں، تا کہ مشق ہوتی رہے۔

❁ مجھے ہمدرد نونہال بہت پسند ہے، اس بار ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ ایمن صابر، کراچی۔

❁ فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ ہنسی گھر پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ شہید حکیم محمد سعید کے سفرنامے اور دیگر تحاریر بھی شامل کیا کریں۔ عابس احمد حسن، کھمبل طخا، تلہ گنگ۔

❁ فروری کا شمارہ بے حد لاجواب، خوش گوار،

بے مثال تھا۔ نظم ''نیا سال'' بہت اچھی تھی۔ ''دوستی اور ایثار'' کہانی پڑھ کر اور تصویر دیکھ کر مزہ آ گیا تھا۔ ''تلافی'' کہانی پڑھ کر دوسروں کو معاف کرنے کا جذبہ بیدار ہو گیا تھا۔ کہانی ''آئینہ'' پڑھ کر خوب ہنسی آ رہی تھی۔ مچھلی کا پیغام، بلاعنوان کہانی، وہی آواز اور پرانا سکہ کہانیاں سرفہرست تھیں۔ **شیخ محمد حسن رضا عطاری، ملیر، کراچی۔**

❁ فروری کا شمارہ جب آنکھوں کے سامنے آیا تو دل دھڑکنا ہی بھول گیا۔ تمام کی تمام تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ اگر ایک کی تحریر کی تعریف کی جائے تو دوسرے مصنف کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ میں سات سالوں سے اپنے محبوب رسالے کا خاموش قاری ہوں۔ شاید یہ سطور آپ کی اُمید پر پورا نہ اُتریں، لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ پہاڑوں پر رہنے والے اس قاری کو بھی اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلائیں گے۔ **اُسامہ دلاور، بانڈہ بازار۔**

آپ نے بہت خوب صورت انداز میں خط لکھا، اچھا لگا۔ اس طرح لکھتے رہیے۔ خط کے آخر میں پتا مکمل لکھا کریں۔

❁ مجھے ہمدرد نونہال بہت پسند آیا۔ اس کے سارے سلسلے اچھے ہیں۔ بلاعنوان کہانی، معلومات افزا، ہنسی گھر، علم دریچے، روشن خیالات، معلومات ہی معلومات اور تمام کہانیاں اچھی ہوتی ہیں۔ **اُسامہ بن مولانا محمد نواز، کراچی۔**

❁ ''روشن خیالات'' کام یاب زندگی گزارنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ علم دریچے، ہنسی گھر، بیت بازی، نونہال مصور، نونہال ادیب اور دیگر تحریریں اپنی تاثیر اور مہک سے ذہنوں کو تر و تازہ بنا رہے ہیں۔ **آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو۔**

❁ ہر شمارے کی طرح فروری کا شمارہ بھی بے مثال اور لاجواب تھا۔ کہانیوں میں ساری کہانیاں بہت مزے کی تھیں، لیکن تلافی اور وہی آواز مجھے بہت پسند آئیں۔ میں آپ کو ایک ذہنی آزمائش کے سلسلے میں کچھ ارسال کرنا چاہتا ہوں۔ **محمد عزیر الیاس امریلیاء، کراچی۔**

نونہالوں کی ذہنی سطح کے مطابق کوئی بھی تحریر بھیجنا چاہیں، ضرور بھیجیں۔

❁ تازہ شمارہ دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ سب سلسلے بہت زبردست تھے۔ ہنسی گھر اس دفعہ کمال کا تھا۔ کہانیوں میں بدی کا جواب مجھے بے حد پسند آئی، بہت زبردست تھی، لیکن کچھ ماہ سے بلاعنوان کا معیار گرتا جا رہا ہے۔ **سید اویس عظیم علی، کراچی۔**

❁ سرورق پر معصوم سی بچی اچھی لگی۔ سلیم فرخی کی پہلی بات ساری دل میں اُتار لی۔ حمدِ باری تعالیٰ نہایت عمدہ تھی۔ حبیب اشرف صبوحی کے سچے واقعات سبق آموز تھے۔ برکاتی صاحب کی کہانی ''آئینہ'' اچھی تھی۔ **الیاس کے سی، بیلا۔**

❁ فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح زبردست رہا، کہانیوں میں بلاعنوان کہانی، دوستی اور ایثار اور تلافی پسند آئیں۔ **عبیرہ صابر، کراچی۔**

❁ فروری کا شمارہ زبردست تھا۔ کہانیوں میں وہی آواز، مچھلی کا پیغام اور بلاعنوان کہانی اچھی تھیں۔

ہنسی گھر میں جا کے بہت مزہ آیا۔ میں ہمدرد نونہال بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ معاذ جاوید، جگہ نامعلوم۔

❁ ہم آپ سب کی دن رات کی کوششوں کو سلام پیش کرتے ہیں، جن کی بدولت ہمیں نونہال باقاعدگی سے مل رہا ہے۔ فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ دوستی اور ایثار، تلافی، وہی آواز اور بلاعنوان کہانی بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ معلومات افزا کے سوالات سے معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ میں نے معلومات افزا کے تمام سوالات کے جواب درست تحریر کر کے بھیجے تھے اور بلاعنوان کہانی کا عنوان بھی لکھ کر بذریعہ ڈاک ارسال کیا تھا، اس میں بھی نام نہیں آیا۔ عبدالمغنی وقاص، بہاول پور۔

آپ کی بھیجی ہوئی ڈاک ہمیں موصول نہیں ہوئی۔ دیر سے موصول ہونے والی ڈاک بھی شامل نہیں ہو پاتی۔

❁ فروری کا ہمدرد نونہال حسبِ معمول شان دار تھا۔ تمام کہانیاں اور مضامین اپنی مثال آپ تھے۔ بالخصوص آئینہ (مسعود احمد برکاتی)، تلافی (جدون ادیب)، مچھلی کا پیغام (روا انور شہزاد)، وہی آواز (لیاقت علی تلمبہ) اور سبق آموز سچے واقعات (حبیب اشرف صبوحی) بے حد دل چسپ تحاریر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نونہال کی ٹیم کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ حسن رضا سردار وصفی، حلیمہ نشان، محمد قاسم، محمد شازب قادری، کاموکی۔

❁ فروری کا شمارہ بہت اچھا لگا، تمام نظمیں، تمام کہانیاں اور دیگر تحاریر بہت پسند آئیں۔ کہانیوں میں بلاعنوان اور دوستی اور ایثار بہت اچھی تھیں۔ ہنسی گھر نے بہت ہنسایا، سبق آموز سچے واقعات میں '' رقم کہاں سے آئی '' اور '' والدہ کا پرس '' بہت بہترین تھیں۔ عائشہ خان خانزادہ ، قضا خانزادہ، علی خانزادہ، حسین خانزادہ، حسن خانزادہ، عمر خانزادہ، ٹنڈو جام۔

❁ جاگو جگاؤ میں شہید حکیم محمد سعید کی باتیں بہت ہی سبق آموز تھیں۔ اس مہینے کا خیال بھی اچھا لگا۔ روشن خیالات بھی بہترین تھے۔ سبق آموز سچے واقعات بہت ہی اچھے لگے۔ حمدِ باری تعالیٰ پسند آئی۔ اس دفعہ کہانیاں بہت ہی زبردست تھیں۔ پہلے نمبر پر مچھلی کا پیغام (روا انور شہزاد) دوسرے نمبر پر دوستی اور ایثار (امِ عادل) تیسرے نمبر پر آئینہ (مسعود احمد برکاتی) اور چوتھے نمبر پر تلافی (جدون ادیب) بہت پسند آئیں۔ نونہال ادیب میں '' غلام کی ذہانت '' بہت اچھی تحریر تھی۔ امداد علی، کراچی۔

❁ سرورق بہت ہی خوب ہے۔ تصویر کے پیچھے اگر مصنوعی سجاوٹ کے بجائے حقیقی تصاویر ہوں تو اچھا لگے گا۔ جاگو جگاؤ سے بہت گہرا سبق ملا۔ پہلی بات میں آپ نے بہت مفید معلومات دیں۔ روشن خیالات دل پر گہرا سبق چھوڑ گئے۔ آئینہ، تلافی اور وہی آواز بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ کوہِ نور ہیرا اور مچھلیوں کی دنیا اچھے اور معلوماتی مضامین تھے۔ ہنسی گھر، نونہال ادیب، نونہال مصور، بیت بازی اور دیگر چیزوں میں جو تبدیلیاں کی وہ لاجواب ہیں۔ نغمۂ وطن بہت اچھی نظم تھی۔ علم دریچے میں تحریم خان کا واقعہ۔ بیت بازی میں

عمر بن عبدالرشید، آصف بوزدار اور روبینہ ناز کے اشعار۔ نونہال مصور میں عزیز چشتی، حمزہ حفیظ الرحمٰن اور تفشالہ ملک کی تصاویر۔ نونہال ادیب میں ہمیرہ بتول اور ارسلان اللہ خان کی تحاریر۔ ہنسی گھر میں عائشہ ندیم، کومل ظہیر اور اریبہ افروز کے لطائف، یہ سب تحریریں بہت پسند آئیں۔ **محمد ارسلان صدیقی، کراچی۔**

❁ سرورق پر معصوم بچہ انتہائی پیارا لگ رہا تھا۔ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک تمام سلسلے بہت ہی عمدہ تھے۔ تمام کہانیاں قابلِ مطالعہ اور اچھی تھیں۔ انکل! ''زھراوی'' اور ''زہراوی'' میں کیا فرق ہے اور یہ دونوں لفظ کس زبان میں ہیں؟ **محمد ارسلان رضا، کہروڑ پکا۔**

اس کا تفصیلی جواب طویل ہے۔ اس شمارے کی پہلی بات میں دیکھیے۔

❁ سرورق کچھ خاص نہیں تھا۔ جاگو جگاؤ سے نونہال لغت تک تمام سلسلے بہت اچھے لگے۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر تلافی۔ دوسرے نمبر پر آئینہ۔ تیسرے نمبر پر مچھلی کا پیغام اچھی لگیں۔ دوستی اور ایثار سبق آموز کہانی تھی۔ **عریشہ عروج مغل، حیدرآباد۔**

❁ سرورق بہت ہی اعلا، نفیس اور مسکراتے نونہال کی تصویر سے مزین ہے۔ جاگو جگاؤ کی روشنی سے دل منور ہوا۔ پہلی بات میں کافی اہم معلومات پڑھنے کو ملیں۔ روشن خیالات نے میرے خیالات کو وسعت دی۔ سچے واقعات میں حبیب اشرف صبوحی کا ''رقم کہاں سے آئی'' اور ''والدہ کا پرس'' پڑھ کر سوچنے کا ایک نیا زاویہ مل گیا۔ معلومات ہی معلومات (غلام حسین میمن) لاجواب سلسلہ ہے۔ جدون ادیب کی کہانی ''تلافی'' بھی تعریف کے لائق ہے اور محمد ذوالقرنین خان کی ''بلاعنوان کہانی'' پڑھ کے سوچ میں پڑ گئے۔ **عمیر احمد مینگل، کوئٹہ۔**

❁ تمام کہانیاں پسند آئیں۔ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک ہر چیز عمدہ تھی۔ پورا رسالہ آپ کی اور سارے نونہالوں کی محنت کا منھ بولتا ثبوت تھا، لیکن بلاعنوان کہانی اچھی نہیں لگی۔ **نام پتا نا معلوم۔**

❁ فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ دوستی اور ایثار کہانی بہت پسند آئی۔ بلاعنوان کہانی بھی بہت پسند آئی۔ مسکراتی لکیریں، ہنسی گھر بہت اچھی لگیں۔ انکل! ہمارا انعام ابھی تک ہمیں نہیں ملا ہے۔ ہمارا نام معلومات افزا میں جوابات دینے والوں میں ۱۵ جوابات دینے والوں میں سے ہے۔ **ثروت جہاں، طیبہ نور، لسبیلہ۔**

انعام کے لیے ۱۶ درست جوابات دینے والوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ سوالات کے ساتھ ہر ماہ جو وضاحت کی جاتی ہے، اسے غور سے پڑھیے۔

❁ فروری کے شمارے کا سرورق اچھا لگا۔ کہانیوں میں دوستی اور ایثار، تلافی، مچھلی کا پیغام اور وہی آواز زبردست کہانیاں تھیں۔ کہانی آئینہ پڑھ کر چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ بدی کا جواب بھی اچھی کہانی تھی۔ نونہال ادیب میں جڑواں درخت بہت پسند آئی۔ نظموں میں تینوں ہی نظمیں اچھی لگی۔ ہنسی گھر پڑھ کر تو ہمیں بہت ہنسی آئی۔ **مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔**

❁ فروری کا شمارہ بہت جلد مل گیا۔ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ کہانیوں میں ''آئینہ'' نے ہنسنے پر مجبور

کر دیا۔ ''مچھلی کا پیغام'' کہانی واقعی ایک سبق دے گئی۔ دوسری اور ایثار، تلافی، وہی آواز، بدی کا جواب اور پران سکہ سپر ہٹ کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان کہانی ایک بہترین کہانی تھی جو جیسا کرے گا وہ ویسا ہی صلہ پائے گا۔ **عائشہ عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔**

❁ فروری کا شمارہ ماشاء اللہ بہت خوب صورت تھا۔ پہلی بار شرکت کر رہا ہوں۔ ہر کہانی اپنی مثال آپ تھی۔ سب سے اچھی کہانی مچھلی کا پیغام اور بلاعنوان کہانی تھی۔ ہنسی گھر اچھا تھا۔ انکل! میں بک کلب کا ممبر بننا چاہتا ہوں۔ مجھے شیخ سعدی کی کتاب گلستان اور بوستان درکار ہیں۔ مجھے بوستان کتاب بھیج دی جائے۔ **عامر میر خان، حب چوکی۔**

> بک کلب کارڈ کے لیے آپ کا پتا متعلقہ شعبے کو بھیج دیا ہے۔ گلستان اور بوستان ہمارے ادارے سے نہیں چھپیں۔ یہ کتابوں کی کسی بڑی دکان سے مل سکتی ہے۔

❁ فروری کا ہمدرد نونہال بہت اچھا تھا۔ بلاعنوان کہانی، مچھلی کا پیغام، بدی کا جواب، اور ساری کہانیاں لاجواب تھیں۔ دوستی اور ایثار بہت اچھی کہانی ہے۔ مضامین بہترین ہیں۔ سرورق اچھا نہیں تھا۔ باقی تمام سلسلے عمدہ ہیں۔ نظمیں بھی عمدہ تھیں۔ **عالیہ ذوالفقار، کراچی۔**

❁ ماہ فروری کا رسالہ بہت پسند آیا۔ ساری کہانیاں اچھی تھیں، لیکن ''پرانا سکہ'' دل پسند تحریر ہے۔ بلاعنوان اور بدی کا جواب بھی عمدہ کہانیاں ہیں۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات اور بیت بازی بہت اچھے سلسلے ہیں۔ نونہال لغت سے معلومات بڑھی۔ نونہال ادیب میں ''جڑواں درخت'' پڑھ کر درخت اُگانے کا جذبہ پیدا ہوا۔ سرورق زیادہ اچھا نہیں تھا۔ **نامعہ ذوالفقار، کراچی۔**

❁ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ خاص طور پر سب سے اچھی کہانی اپنا مقدمہ (جاوید بسام)، دوسرے نمبر پر گم شدہ راستہ (خلیل جبار)، تیسرے نمبر پر غریب سیٹھ (معاذ بن مستقیم) یہ تینوں کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ جن کا بھائی (محمد اقبال شمس)، میرا اور بیل (جاوید اقبال) یہ دونوں کہانیاں بھی بہترین تھیں۔ **حافظ عابد علی بھٹی، راولپنڈی۔**

❁ پہلی بات اور جاگو جگاؤ میں معلومات کا ذخیرہ پایا۔ ''رقم کہاں سے آئی'' اور ''والدہ کا پرس'' اچھی تحریریں تھیں۔ حمد اور روشن خیالات سونے کی طرح قیمتی تھے۔ معلومات ہی معلومات اور نونہال لغت ایک اچھا سلسلہ ہے۔ کہانیوں میں دوستی اور ایثار، تلافی، وہی آواز اور پرانا سکہ اچھی کہانیاں تھیں۔ لطیفے پڑھ کر اتنا ہنسے کہ بتا نہیں سکتے۔ علم دریچے، نونہال ادیب، خبرنامہ اور نونہال مصور نے چار چاند لگا دیے۔ **عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔**

❁ فروری کا شمارہ ماشاللہ بہت ہی اچھا لگا۔ سب سے بہترین کہانی ''تلافی'' تھی۔ دوسرے نمبر پر ''وہی آواز'' اور تیسرے نمبر پر مچھلی کا پیغام۔ مسکراتی لکیریں اور آئیے مصوری سیکھیں مجھے بہت پسند ہیں۔ آپ کے تمام سلسلے بہت ہی اچھے ہیں۔ **بنت تنویر، کورنگی، کراچی۔**

☆

جوابات معلومات افزا - ۲۵۴

سوالات فروری ۲۰۱۷ء میں شایع ہوئے تھے

فروری ۲۰۱۷ء میں معلومات افزا-۲۵۴ کے لیے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ درست جوابات دینے والے نونہالوں کی تعداد ۱۵ سے زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ ان نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت زکریا وہ پیغمبر ہیں، جنھیں آرے سے چیر دیا گیا تھا۔

۲۔ قرآن پاک کی سورۂ محمد ۲۶ ویں پارے میں ہے۔

۳۔ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے عربی زبان کو دفتری زبان قرار دیا تھا۔

۴۔ قیامِ پاکستان کے بعد پہلی عید الفطر ۱۸-اگست ۱۹۴۷ء کو منائی گئی تھی۔

۵۔ مصر کا ایک بڑا مجسمہ جس کا سر انسان کا اور دھڑ شیر کا ہے، یہ ابوالہول کہلاتا ہے۔

۶۔ مجسمۂ آزادی، امریکا کو ۱۸۸۶ء میں فرانس نے تحفے میں دیا تھا۔

۷۔ سیاہ فام امریکیوں کے لیڈر ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ کو امن کا نوبیل انعام دیا گیا تھا۔

۸۔ اخبار کامریڈ اور اخبار ہمدرد کے بانی مولانا محمد علی جوہر تھے۔

۹۔ بحرین کا دارالحکومت منامہ ہے۔

۱۰۔ برونائی دارالسلام کی کرنسی ڈالر کہلاتی ہے۔

۱۱۔ ایک میل کا فاصلہ اعشاری نظام میں تقریباً ۱۰۶۱ (1.61) کلو میٹر کے برابر ہوتا ہے۔

۱۲۔ ''BETEL LEAF'' انگریزی زبان میں پان کے پتے کو کہتے ہیں۔

۱۳۔ ''مکبر الصوت'' عربی زبان میں لاؤڈ اسپیکر کو کہتے ہیں۔

۱۴۔ مشہور شاعر عبدالحمید عدم نے ۱۰ مارچ ۱۹۸۱ء کو لاہور میں وفات پائی۔

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ یہ ہے: ''وہم کی دوا حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں۔''

۱۶۔ فیض احمد فیض کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

گلوں میں رنگ بھرے، بادِ نو بہار چلے   چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ **کراچی:** ربیعہ توقیر، محمد صہیب علی، حسن علی، بہادر، مزنی مشتاق، سید یشل علی اظہر، بریرہ حسین ☆ **کاموکی:** حسن رضا سردار وصفی ☆ **بہاول پور:** ایمن نور۔

☆ **حیدر آباد:** حفصہ فہیم الدین شیخ ☆ **راولپنڈی:** علی حسن ہارون ☆ **کبیر والا:** محمد عمر اشرف۔

☆ **میاں چنوں:** محمد عبداللہ اعجاز ☆ **ملتان:** محمد عبدالرحمٰن طارق قریشی۔

☆ **پھل شہر:** رمشا خیر محمد پھل۔

۱۶ درست جوابات دینے والے قابل نونہال

☆ **کراچی:** کنول فاطمہ، عاتکہ سراج، سعد خان غوری، محمد ریان خان یوسف زئی، محمد اختر حیات خان، اعجاز حیات خان، محمد اویس خان، نور حیات خان، محمد اسد، ناعمہ تحریم، سید محمد حسین شاہ، محمد عزیر الیاس امریلیا، سیدہ جویریہ جاوید، سید عفان علی جاوید، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، سید باذل علی اظہر، سید شبطل علی اظہر، مریم رانا، سید اویس عظیم علی، صائمہ صلاح الدین، مسکان فاطمہ، زنیرہ بنت ایاز احمد، شاہ محمد ازہر عالم، علینا اختر، اسما ارشد، سعد بن ضیا، آمنہ عامر، ارسلان احمد ☆ **بیلا:** الیاس کے سی صاحب، اصلاح الدین ☆ **گوجرانوالہ:** فیضان رضوان ☆ **نوشہر:** محمد ابراہیم ☆ **کاموکی:** محمد شازب طارق قادری ☆ **تلہ گنگ:** مزمل اسحاق ثمن، ہادیہ امجد ☆ **بہاول پور:** صاحب گل، قرۃ العین عینی، احمد ارسلان ☆ **اسلام آباد:** عنیزہ ہارون، محمد شہیر ہارون ☆ **لاہور:** محمد جمیل آ سی، امتیاز علی ناز ☆ **ڈیرہ غازی خان:** رفیق احمد ناز ☆ **حیدر آباد:** محمد شہیر، محمد حمزہ خان، طہٰ یاسین، عائشہ ایمن عبداللہ، محمد سلیم میمن، سیدہ نسرین فاطمہ ☆ **راولپنڈی:** ہانیہ نور بٹ، محمد ارسلان، فصیح احمد جنجوعہ ☆ **جڑانوالہ:** محمد سعد بن عبداللہ عابد ☆ **کوٹلی:** زرفشاں بابر ☆ **سکھر:** عصمت بنتِ مفتی عبدالباری ☆ **پشاور:** محمد حیان ☆ **وزیر آباد:** محمد وسیم عارف ☆ **ٹمیاری:** ایم حارث ارسلان انصاری ☆ **ٹنڈو آدم:** ملک ذیشان غفور احمد ☆ **اوکاڑہ کینٹ:**

عروسہ تنزیل ☆ **کہروڑ پکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **جھڈو:** شہزیم راجا ☆ **کالا گجراں:** محمد افضل ☆ **بے نظیر آباد:** ایمن سعید خانزادہ ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل ☆ **میر پور خاص:** عدیل احمد ☆ **کھاریاں:** عروج فاطمہ ☆ **کوئٹہ کینٹ:** واثق مسعود۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ **کراچی:** محمد بلال صدیقی، رضی اللہ خان، سمیع اللہ خان، اُسامہ محمد نواز، محمد آصف انصاری، اریبہ غلام محمد ☆ **راولپنڈی:** ملک محمد احسن ☆ **حیدر آباد:** عریشہ عروج مغل ☆ **کامونکی:** محمد قاسم علی قادری ☆ **لاہور:** عبدالجبار رومی انصاری ☆ **رحیم یار خان:** حسنات احمد چوہان ☆ **سانگھڑ:** محمد ثاقب منصوری ☆ **ایبٹ آباد:** محمد آصف خان ☆ **ملتان:** احمد عبداللہ ☆ **سرگودھا:** ولیہ مرتضیٰ خورشید علی۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ **کراچی:** یمنیٰ توقیر، اُسامہ علی، محمد فائق سلیم ☆ **اسلام آباد:** انس حذیفہ ☆ **کوئٹہ:** عمیر احمد مینگل ☆ **سکھر:** عامر شہزاد خالدی، اسداللہ شر بلوچ، عبدالقدیر ابڑو، سندیپ راجپوت چوہان، زین علی۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ **کراچی:** شیخ محمد حسن رضا عطاری، احمد حسین، طوبیٰ بنت عبدالرؤف قریشی ☆ **حیدر آباد:** زینب رشید احمد خان۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ **کراچی:** محمد فہد الرحمٰن، رضوان ملک، کامران گل آفریدی، محمد زایان خان ☆ **ٹنڈو الہ یار:** آمنہ آصف کھتری، نواب شاہ: مریم عبدالسلام شیخ ☆ **دینہ:** ہزیرہ بانو۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ **کراچی:** تسبیح محفوظ علی ☆ **نواب شاہ:** بلال جاوید ☆ **گھوٹکی:** سعدیہ سحر، لائبہ سحر ☆ **میر پور ماتھیلو:** آصف بوزدار ☆ **شیخو پورہ:** محمد احسان الحسن۔

☆

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال فروری ۲۰۱۷ء میں جناب **محمد ذوالقرنین خان** کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے **تین** اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو تین نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱۔ بینا نابینا : ایمن سعید خانزادہ، دولت پور صفن

۲۔ روشنی کے قیدی : مزمل اسحاق ٹمن، تلہ گنگ

۳۔ معصوم مددگار : عریشہ عروج مغل، حیدر آباد

﴾ چند اور اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں ﴿

جان لیوا روشنی۔ ٹھیرے وقت کا طلسم۔ گزرتے وقت کی واپسی۔ طلسمی جال۔ وقت کی سرنگ۔ انوکھا راز۔ نجات دہندہ۔ لڑکا ہمت والا۔ روشنی کا بھید۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ **کراچی:** اعجاز حیات، محمد اختر حیات خان، کامران گل آفریدی، بہادر، بلال خان، محسن محمد اشرف، احسن محمد اشرف، محمد معین الدین غوری، محمد جلال الدین اسد خان، طلحہ سلطان شمشیر علی، محمد وقاص ملک، محمد اویس خان، نور حیات، رضوان ملک، محمد فہد الرحمٰن، احمد حسین، حسن علی، ایاز حیات، سید اویس عظیم علی، محمد شیث عباس ابڑو، نمرہ سلیم، محمد اسد، علینہ ظفر، محمد حمزہ سلمان، محمد عزیر الیاس امریلیا، شازیہ انصاری، محمد زایان خان، امان طارق،

سید عفان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، سید یشل علی اظہر، سید شبطل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، آمنہ علی قریشی، ثروت حسین، رانا شیراز شفیق، شیخ محمد حسن رضا عطاری، صدف آسیہ، اُسامہ بن مولانا محمد نواز، اُم زینب، عائزہ خان، محمد عمار، نرجیس فاطمہ، عبیرہ صابر، راد بشیر، رضی اللہ خان، سمیع اللہ خان، عمارہ خرم، کبشہ ادریس، سید معصب خالد، معاذ جاوید، پرویز حسین، زنیرہ ایاز احمد، آمنہ عامر، سمیعہ شاہد حسین، اریبہ افروز، شاہ بشریٰ عالم، علینا اختر، امداد علی، فاطمہ سراج، اریبہ نور، ربیعہ توقیر، فرازم انیس، مریم بنتِ علی، عاتکہ سراج، اسما ارشد، تسبیح محفوظ علی، محمد عمر امتیاز، عالیہ ذوالفقار، طوبیٰ عبدالروٴف قریشی، محمد عثمان شمس، کشف ضرار ☆ **اسلام آباد:** عنیزہ ہارون، محمد شہیر ہارون ☆ **نواب شاہ:** مریم عبدالسلام شیخ، رابعہ جاوید ☆ **تلاگنگ:** ہادیہ امجد ☆ **حب چوکی:** عامر خان میر خان ☆ **بیلا:** الیاس کے سی صاحب ☆ **اوتھل:** حدیقہ ناز ☆ **ڈیرہ غازی خان:** عفت سراج، رفیق احمد ناز ☆ **ملتان:** محمد عبداللہ طارق قریشی، محمد حسن رمضان، ایمن فاطمہ ☆ **کاموکی:** محمد شازب طارق قادری، محمد قاسم شفیق قادری، حسن رضا سردار وصفی ☆ **بہاول پور:** احمد ارسلان، قرۃ العین عینی، صباحت گل، ایمن نور ☆ **لاہور:** عبدالجبار رومی انصاری، امتیاز علی ناز، محمد جمیل آسی، محمد امیر حمزہ ☆ **حیدرآباد:** مقدس خان، سیدہ نسرین فاطمہ، زینب رشید احمد خان، محمد شہیر، حفصہ فہیم الدین شیخ، حافظ محمد اُسامہ خان، صارم ندیم، حیان مرزا، ماہ رُخ، محمد سجاد حنیف، عائشہ ایمن عبداللہ، محمد سلیم میمن ☆ **راولپنڈی:** علی حسن ہارون، ملک محمد احسن ☆ **ڈیرہ اسماعیل خان:** ایمن اعجاز خان ☆ **اوباڑو:** سعدیہ سحر لائبہ سحر ☆ **سکھر:** عصمت بنتِ مفتی عبدالباری، عبدالقدیر ابڑو، اسد اللہ شر بلوچ، عامر شہزاد خالدی، سندیپ راجپوت چوہان ☆ **ٹنڈو الہ یار:** آمنہ آصف کھتری ☆ **مٹھل شہر:** بشریٰ خیر محمد مٹھل ☆ **سانگھڑ:** محمد عاقب منصوری ☆ **کوٹلی:** محمد جواد

چنیانی ☆ گجرات: مرزا اویس کفایت ☆ پشاور: محمد حمدان ☆ کالا گجراں: محمد افضل ☆ **شکر گڑھ:** عمر کمال ☆ **فیصل آباد:** امامہ سعید ☆ **کھاریاں:** عروج فاطمہ ☆ **جھاوریاں:** عائشہ مقصود ☆ **ٹنڈو جام:** عائشہ خان خانزادہ ☆ **مانسہرہ:** فواد الاسلام ☆ **خیر پور:** محمد کاشف حسن ☆ **میر پور خاص:** عائشہ مہک ☆ **نوانشہر:** محمد آصف خان ☆ **شیخو پورہ:** صالحہ کوثر ناز ☆ **ننکانہ صاحب:** ملیحہ ارشاد ☆ **لیہ:** ثوبیہ عابد ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل ☆ **میر پور ماتھیلو:** آصف بوزدار ☆ **اٹک:** محمد زمان ☆ **رحیم یار خان:** حسنات احمد چوہان ☆ **گوجرانوالہ:** فیضان رضوان ☆ **سرگودھا:** غلام بتول زاہد ☆ **میاں چنوں:** محمد عبداللہ اعجاز ☆ **شیخو پورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **جھڈو:** شہزیم راجا ☆ **کہروڑ پکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **کوئٹہ:** عمیر احمد مینگل ☆ **مظفر گڑھ:** سلمان یوسف سمیجہ۔

☆☆☆

لکھنے والے نونہالوں کو مشورہ

نونہال کہانی، مضمون وغیرہ جب اشاعت کے لیے بھیجیں تو ایک نقل (فوٹو کاپی) اپنے پاس ضرور رکھا کریں۔ جب آپ کی بھیجی ہوئی تحریر شائع ہو جائے تو دونوں کو ملا کر دیکھیں کہ کہاں کہاں تبدیلی کی گئی ہے۔ کس جملے کو کس طرح درست کیا گیا ہے۔ کون سا پیراگراف کاٹا گیا ہے اور نیا پیرا کہاں سے شروع کیا گیا ہے۔ تحریر کا عنوان بدلا گیا ہے یا نہیں اور اگر بدلا گیا ہے تو کیا یہ پوری تحریر کا احاطہ کر رہا ہے یا نہیں۔ ایسا کرنے سے آپ بہت جلد اچھا لکھنے لگیں گے۔ تحریر لکھ کر اس کے نیچے اپنا پتا ضرور لکھ دیں، ورنہ تحریر ضائع ہو جائے گی۔ طویل تحریر نہ لکھیں۔ ☆

نونہال لغت

آزار	آ زَ ا ر	بیماری۔ دکھ۔ تکلیف۔ رنج۔
ارجمند	اَ رْ جُ مَ نْ د	قدر و قیمت والا۔ ذی رتبہ۔ ذی شان۔
انفعال	اِ نْ فِ عَا ل	شرمندہ ہونا۔ نادم ہونا۔ ندامت۔ خفت۔
بے نیاز	بے نِ یَا ز	جو کسی کا محتاج نہ ہو۔ بے غرض۔ بے پروا۔ بے طمع۔ آزاد۔
پیروی	پے رَ وِ ی	اطاعت۔ فرماں برداری۔ تقلید۔
تسلسل	تَ سَ لْ سُ ل	سلسلے وار ہونا۔ پیوستہ ہونا۔ سلسلہ بندی۔ تواتر۔ روانی۔
سوز	س وْ ز	جلن۔ دکھ۔ سوزش۔ مرثیہ خوانی کی ایک طرز۔
سوغات	سَ وْ غَا ت	تحفہ۔ ہدیہ۔ عمدہ چیز۔ نرالی چیز۔
دل جوئی	دِ لْ جو ئی	دل داری۔ تسلی۔ تسکین۔
عالی جاہ	عَا لِی جَا ہ	بلند مرتبہ۔ امیروں، رئیسوں، بادشاہوں کا لقب۔
عقدہ	عُ قْ دَ ہ	گرہ۔ گتھی۔ پیچیدہ معاملہ یا مسئلہ۔ بھید۔ راز۔
عقیدت مند	عَ قِی دَتْ مَ نْ د	معتقد۔ وفادار۔ اعتقاد رکھنے والا۔
مجسّم	مُ جَ سْ سَ م	جسم دار۔ وہ چیز جس کی لمبائی، چوڑائی، گہرائی ہو۔ سراپا۔
مسکن	مَ سْ کَ ن	رہنے کی جگہ۔ گھر۔ مکان۔ ٹھکانا۔
مسکّن	مُ سَ کْ کِ ن	سکون دینے والا۔ تسکین بخش۔
معزول	مَ عْ زُ وْ ل	نوکری سے برطرف کیا گیا۔ تخت یا عہدے سے اُتارا گیا۔ بے کار کیا گیا۔
مدبر	مُ دَ بْ بِ ر	تدبیر کرنے والا۔ عقل مند۔ دانش مند۔ مشیر۔ صلاح کار۔